اصح الفِکر

لحل اسئلة

نخبة الفِکر

مرتب

محمد عادل قاسمی مہاراشٹری

باہتمام

قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MOHAMMAD TABREZ BHAGALPURI

دارالکتاب

محمد تبریز بھاگلپوری

یہ (darulkitabe) ایک علمی اصلاحی اسلامی درسی و غیر درسی کتابوں کا حسین گلدستہ ہے جس سے آپ ہر وقت مستفید ہو سکتے ہیں اور اس میں خاص طور پر وہ کتابیں دستیاب ہیں جو انٹرنیٹ پر موجود نہیں ہے اس میں آپ خود بھی شامل ہو جائیے اور دوسروں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کیجیے

HTTPS://T.ME/DARULKITABE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اَصَحُّ الفِکَر

لحل

اَسْئلَۃِ نُخبَۃِ الفِکَر

مؤلف

محمد عادل مہاراشٹری

ناشر:

انجمن تحفظ شریعت اورنگ آباد

تفصیلات:

نام کتاب	:	اصح الفکر لحل اسئلة نخبة الفکر
مؤلف	:	محمد عادل مہاراشٹری
باہتمام	:	مفتی محمد محسن صاحب قاسمی
ناشر	:	انجمن تحفظ شریعت اورنگ آباد
صفحات	:	۹۶
کمپوزنگ		نور گرافکس محلہ خانقاہ دیوبند
		9045909066
سن اشاعت:		۱۴۳۳ھ، مطابق ۲۰۱۲ء
قیمت:		

ملنے کا پتہ:

☆ اتحاد بک ڈپو دیوبند

☆ زمزم بک ڈپو دیوبند

☆ دارالاشاعت دیوبند

تقریظ

باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

استاذِ فقہ وافتاءدارالعلوم دیوبند

حافظ ابن حجرؒ کی معرکۃ الآراء کتاب شرح ''نخبۃ الفکر'' اصول حدیث کی اہم کتاب ہے اردو، عربی میں اس کی بہت سی شرحیں منظر عام پر آچکی ہیں، عزیز گرامی مولوی محمد عادل مہاراشٹری نے امتحان کے سوالات کو حل کرنے کے طرز پر'' اصح الفکر لحل اسئلة نخبة الفکر '' کے نام سے اس کی ایک شرح تحریر کی ہے احقر نے بھی چند مقامات کو پڑھا ہے اور دیکھ کر اندازہ ہوا کہ موصوف نے کتاب کو حل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ امتحان کے زمانہ میں جب طلبہ کے پاس وقت کم ہوتا ہے ایسی کتاب زیادہ مفید ہوتی ہے۔

احقر دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے اور مؤلف موصوف کو مزید کام کرنے کا موقع عنایت فرمائے۔

(مولانا) جمیل احمد

استاذ دارالعلوم دیوبند

٦/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

تقریظ

باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب تاوَلی

استاذ دارالعلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً اما بعد!

عزیزم مولوی محمد عادل مہاراشٹری نے علامہ ابن حجرؒ کی مشہور کتاب نخبۃ الفکر کو بطرزِ سوالات حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے چند مقامات پر طائرانہ نظر ڈالی۔ عبارت باعراب، مطلب اور تعریفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت موصوف کی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور علمی کام انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد یوسف

خادم دارالعلوم دیوبند

عرضِ مرتب

سرزمین ہندوستان میں علم حدیث کی داغ بیل ڈالنے کا شرف حاصل کرنے والے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جب اپنے قیام حرمین شریفین سے ۱۱۴۵ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں ہندوستان کا دل کہلانے والے شہر "دہلی" پہنچے تو اس وقت دہلی میں مسلمان نہایت بدحال تھے۔ سلطنت مغلیہ ایک لاشۂ بے جان اور لعبۂ صبیان بنی ہوئی تھی۔ زمانے کی ہنگامہ خیزیوں، وحشت ناک اور ہمت شکن حالات سے تنگ آکر عوام کی زندگی انہیں اجیرن معلوم ہوتی تھی۔

لیکن انہیں حالات نے امام الہند کے جذبات کو سرد کرنے کے بجائے ان کے اشہب ہمت کو مہمیز کا کام دیا۔ اور شاہ صاحب نے مسلم معاشرہ کے زوال کے اسباب علاحدہ علاحدہ متعین کرکے اس کے حل بھی الگ الگ نکالنے کی کامیاب کوشش کی۔ مذہبی تعلق سے بے اعتنائی، علوم دینیہ سے بے تعلقی تھی۔ اس لیے درس وافادہ اور ارشاد وتلقین کے ذریعہ ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے اس مقصد کے پیش نظر اپنی زندگی وقف کردی۔

ہندوستان میں خدمتِ حدیث کے سلسلہ کو قطع نظر کرتے ہوئے اگر علم حدیث کے تدوین کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت کالشمس عیاں ہوگی کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے حکم سے چلا علم حدیث کی تدوین کا سلسلہ جب شروع ہوا تو موضوع احادیث بیان کرکے علم حدیث میں دراندازی کرنے والوں کی چیرادستیوں سے ذخیرۂ حدیث کو محفوظ رکھنے کے لیے حدیث کے درجات متعین کیئے گئے۔ نیز اس کام کے لے باضابطہ فن اصول حدیث میں ویسے تو بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن جو شہرت شرح نخبۃ الفکر کو حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے اس مختصر سی کتاب میں وہ جامع اور اعلیٰ اصول بیان فرمائے ہیں جو ضخیم کتابوں کو ٹٹولنے سے بھی مشکل

سے حاصل ہوتے ہیں۔احادیث کی جامع اور مانع تعریف بیان فرمائی ،اگرایک طرف احادیث کے مابین تعارض کوختم کیاتو دوسری طرف ماہرین فن کی تعریفات وتعبیرات پر خوداعتراض کرکے اسکامعقول حل پیش کیاجس سے یہ کتاب مفید سے مفیدتر ہوگئی۔

جس طرح یہ کتاب جامع ہے اسی طرح اس کے لیے جامع شروحات بھی لکھی گئی۔ہم نے بھی اس کتاب کے مغلقات کوحل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ''اصح الفکر لحل اسئلة نخبة الفکر ''ترتیب دی ہے۔جس میں دارالعلوم دیوبند کے ششماہی ،سالانہ اورداخلہ امتحانات کے سوالوں کومرتب کرکےان کے جوابات کوبڑی عرق ریزی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

احقر کی یہ پہلی کاوش ہےجس کومؤقرومعززاساتذۂ کرام نے پسندکرکےمیرے حوصلےکوجلابخشی۔اور بڑی ناسپاسی ہوگی کہ اس موقع پر میری حوصلہ افزائی کرنے والے ساتھیوں کونظرانداز کردوں۔بالخصوص مولوی محمداکرم خان حمایت نگری ،مولوی محمداویس اورنگ آباد،مولوی احمدخان نانڈیڑوی،مولوی عبدالقدیرہنگولی اورمولوی محمد غوث پرھنوی مولوی محمدساجد،مولوی محمدفردوس،مولوی محمد مطیّب وغیرہ نے ہرقدم پر ساتھ دےکرمیری کوشش کوسراہا۔

الغرض کتاب مرتب کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اصولِ حدیث پڑھنے والے طلباء کم ازکم وقت میں شرح نخبة الفکر کے اہم مقامات کوآسانی سے سمجھ لیں۔اور امتحانات میں اچھے نمبرات حاصل کریں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اگرکہیں غلطی نظرآئےتو مطلع کرکےشکریہ کاموقع عنایت فرمائیں۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہوسکے۔

کتاب کی چند خصوصیات:

۱-عبارت کواعراب سے مزین کیاگیاہے۔

۲-اردوزبان میں سلیس ترجمہ کیاگیاہے۔

۳-عبارت کے مطلب کوواضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۴-عبارت کو بے غبار کرنے کے لیے جزئیات کومکمل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

۵-موقع بموقع تعریفات کومختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۶-اعتراضات اور ان کے جوابات کوواضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

۷-مستند کتابوں کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت ان سے مراجعت کی جاسکے۔

مــــــراجع:

۱- نخبة الفکر

۲- نزهة النظر

۳- بهجة النظر شرح نخبة الفکر

۴- مقدمه الشیخ عبدالحق

۵-تحفة الدرر

۶- تحفة القمر

۷- شرح شرح نخبة الفکر (ملاعلی قاری)

انتساب:

۱۔ مشفق ومہربان والدین کے نام جن کے سایہ عاطفت میں آنکھیں کھولی، جنہوں نے مدارسِ اسلامیہ کی پرنور فضاء میں داخل فرمایا۔

اور

ان تمام موقر وشفیق اساتذہ کے نام بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد محسن صاحب قاسمی کے نام جن کے آغوشِ تربیت میں عمرِ عزیز کے قیمتی اوقات گزارے۔

اور

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم یکخانہ مسجد اورنگ آباد اور تمام مدارسِ اسلامیہ کے نام جن کی نورانی فضاؤں سے فیض یاب ہوکر احقر الوریٰ نے قلم کو جنبش دینا سیکھا۔

احقر محمد عادل

☆☆☆

سوال:(۱)

(الف)اصولِ حدیث کی تعریف (ب)موضوع،غرض وغایت تحریر کریں(ج) نیز شارح وماتن کے مختصر حالات سپردِ قرطاس فرمائیے۔

جواب: (الف) **اصول حدیث کی تعریف:** عِلْمٌ بِأُصُوْلٍ وَ قَوَاعِدَ يُعْرَفُ بِهَا أَحْوَالُ السَّنَدِ وَ الْمَتَنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ.

یعنی اصولِ حدیث ایسے اصول اور قواعد کے جاننے کا نام ہے، جن کے ذریعہ سند و متن کے قبولیت اور ردّیت کے اعتبار سے احوال معلوم کیے جائیں۔

(ب) **اصول حدیث کا موضوع:** اَلسَّنَدُ وَالْمَتَنُ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ.

یعنی اصولِ حدیث کا موضوع سند اور متن ہے قبولیت اور ردّیت کے اعتبار سے۔

غرض وغایت: مَعْرِفَةُ الصَّحِيْحِ وَالسَّقِيْمِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ.

یعنی صحیح وضعیف احادیث کی معرفت۔(شرح شرح نخبۃ الفکر،۱۶۰)

(ج) **ماتن و شارح کے مختصر حالات:** اس کتاب کے ماتن و شارح ایک ہی شخص ہیں۔

نام و نسب و نسبت: مصنف کا نام احمد، کنیت ابوالفضل، لقب شہاب الدین، اور نسبت کنانی اور عسقلانی ہے۔آپ ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں۔

نسب نامہ کچھ اس طرح ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد، آپ آلِ حجر کی طرف منسوب ہوکر ابن حجر کہلاتے ہیں، چوں کہ حجر آپ کے آباء واجداد میں سے کسی کا لقب تھا، اسی لیے آپ کو ابن حجر کہا جاتا ہے، کنان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کنانی اور عسقلان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے عسقلانی کہلاتے ہیں۔آپ مسلکاً شافعی ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت شعبان ۷۷۳ھ میں ہوئی اور اسی سال کے آس پاس عمر پائی، آپ کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے، والدہ بہت پہلے دنیا سے چل بسی اور والد کا انتقال آپ کی ولادت کے صرف چار سال بعد ۷۷۷ھ میں ہو گیا تھا۔

تعلیم: جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو آپ کو مدرسہ میں داخل کر دیا گیا، آپ نہایت ذہین و برق رفتار قوتِ حافظہ کے مالک تھے، چناں چہ آپ نے صرف نو سال کی عمر میں صدرالدین سفطی کے پاس قرآن حفظ کرلیا اور بارہ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں تراویح سنانے کی سعادت حاصل کی۔

دلچسپیاں: پہلے تو آپ تاریخ کے رسیا رہے، چناں چہ راویوں کے احوال آپ کے خانۂ حافظہ میں محفوظ رہے، ۷۹۲ھ میں فن ادب نے اپنی طرف مائل کیا، پھر جلد ہی ۷۹۳ھ میں علمِ حدیث کی طرف متوجہ ہوئے مگر باضابطہ طلب حدیث کا آغاز آپ نے ۷۹۶ھ ہی میں کیا۔

تعلیمی اسفار: ۸۰۰ھ سے تھوڑا پہلے آپ نے قاہرہ کا رخ کیا، پھر شام، حجاز اور یمن گئے، اور جب بھی حج کی سعادت میسر آئی تو استفادہ سے گریز نہیں کیا، چناں چہ بخاری شریف کی سماعت آپ نے مکہ ہی میں کی، اور بھی بڑے بڑے ملکوں کا سفر کیا اور حاذق و ماہر اساتذہ سے استفادہ کیا، چناں چہ ابن جزری، ابن تنوخی، برہان الدین انباسی وغیرہم آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

تدریس: آپ کی تدریسی خدمات بڑی طویل ہیں، مختلف مقامات پر آپ کا علمی فیض جاری رہا، مثلاً مدرسہ حسینیہ منصوریہ، مدرسہ محمودیہ وغیرہ، ہر فن کی کتاب آپ نے بڑی کامیابی کے ساتھ پڑھائیں۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے، مگر چند مشاہیر کے نام یہ ہیں، امام سخاویؒ، کمال ابن ہمامؒ، قاسم بن قطلوبغاؒ، شیخ زکریا انصاریؒ، برہان الدین

(القشقلندی)

تصنیفات: آپ بہت بڑے ماہرفن لکھاڑ تھے، ہرفن پر اپنی یادگار چھوڑی ہے، آپ کی تصنیفات کی تعداد یوں تو بہت زیادہ ہے مگر دوسو بیاسی (۲۸۲) کتابیں علماء میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔

وفات: آپ کی وفات اواخر ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں ہوئی، آپ کی نمازِ جنازہ میں علماء ومشائخ کی ایک بڑی تعداد تھی، بادشاہِ وقت نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور مقامِ قرافہ میں علامہ دیلمیؒ کے قریب آپ کو دفن کیا گیا، امام شافعیؒ کی قبر بھی آپ کے جوار ہی میں ہے۔ (روض البسام من ترجمۃ بلوغ المرام ص۲، تحفۃ القمر ص۹)

سوال (۲) نخبۃ الفکر: ص/۵

عبارت باعراب: اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ هٰذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ وَ قِيْلَ اَلْحَدِيْثُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ الْخَبَرُ: مَا جَاءَ عَنْ غَيْرِهٖ، وَ مِنْ ثَمَّ قِيْلَ لِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ وَ مَا شَاكَلَهَا، اَلْأَخْبَارِيُّ وَ لِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ الْمُحَدِّثُ وَ قِيْلَ: بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَّ خُصُوْصٌ مُّطْلَقٌ فَكُلُّ حَدِيْثٍ خَبَرٌ مِّنْ غَيْرِ عَكْسٍ وَ عَبَّرَ هُنَا بِالْخَبَرِ لِيَكُوْنَ أَشْمَلَ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔ (ب) عبارت کا ایسا مطلب بیان کریں جس کے ذریعہ حدیث وخبر کی تعریف اور دونوں کے درمیان فرق واضح ہوجائے نیز یہ بھی سامنے آجائے کہ دونوں کے درمیان کون سی نسبت ہے اور عبر هنا بالخبر لیکون اشمل سے مصنف کیا بتلانا چاہتے ہیں؟

(الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اس فن کے علماء (علماءِ اصول) کے اعتقاد میں خبر؛ حدیث کے مرادف ہے اور بعض لوگوں نے کہا حدیث وہ ہے جو آپ ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ سے منقول ہو اور اسی وجہ سے ایسے شخص کو جو تاریخ اور اس جیسی

چیزوں سے تعلق رکھتا ہے اخباری اور ایسے شخص کو جو سنتِ نبویہ سے اشتغال رکھتا ہے محدث کہا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر حدیث خبر ہے اس کا برعکس نہیں ہے اور یہاں خبر سے تعبیر کیا، تا کہ سب کو شامل ہو۔

مطلب: مصنفؒ نے اس عبارت میں خبر اور حدیث کے درمیان نسبت کے سلسلے میں تین قول بیان فرمائے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ خبر اور حدیث دونوں مرادف وہم معنی ہیں، یعنی آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال وافعال اور تقریرات کو حدیث وخبر دونوں کہا جاتا ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں تباین کی نسبت ہے، یعنی حدیث وہ ہے جو آپ ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ سے منقول ہو، اسی لیے ایسا شخص جو حدیث نبوی کے ساتھ اشتغال وتعلق رکھتا ہے اس کو محدث اور جو شخص تاریخ اور قصے کہانیوں سے دلچسپی رکھتا ہے اس کو اخباری کہا جاتا ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، خبر حدیث سے عام ہے، کیوں کہ خبر اس چیز پر بھی صادق آتی ہے جو آپ ﷺ سے منقول ہو اور اس پر بھی جو آپ ﷺ کے علاوہ سے منقول ہو، لہٰذا ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی باتیں خبر تو ہیں مگر حدیث نہیں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵۴، ونزہۃ النظر ص ۵)

و عبر هنا بالخبر ليكون اشمل: لا کر مصنفؒ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مصنفؒ نے آغازِ متن میں الخبر اما أن يكون له طرق کیوں کہا؟ اور خبر کے بجائے حدیث کیوں نہیں کہا؟ یعنی الحديث اما أن يكون له طرق کیوں نہیں فرمایا؟ جب کہ بہتر یہ تھا کہ چوں کہ حدیث مذکورہ تینوں اقوال کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ ضرور متعلق ہے، اس لیے علم حدیث میں لفظِ حدیث ہی کو

معرف بنایا جائے نہ کہ لفظِ خبر کو۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آگے خبر کے لیے جو احکام (یعنی متواتر ہونا، مشہور ہونا، عزیز ہونا، غریب ہونا) بیان کیے جا رہے ہیں وہ احکام خبر کی تینوں تعریفوں کے لحاظ سے حدیث کو بھی شامل ہے، لیکن اگر خبر کی بجائے حدیث کہا جاتا، جیسا کہ آپ نے فرمایا تو بعض تعریف کے اعتبار سے خبر کے لیے وہ احکام ثابت ہوتے اور بعض کے اعتبار سے ثابت نہ ہوتے اسی لیے آغازِ متن میں لفظِ حدیث کی بجائے لفظِ خبر استعمال کیا تا کہ سب کو محیط ہو۔ (بہجۃ النظر: ص/۷)

سوال (۳) نخبۃ الفکر: ص/۶

عبارت باعراب: فَهُوَ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهِ إِلَيْنَا إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ طُرُقٌ أَيْ أَسَانِيْدُ كَثِيْرَةٌ لِأَنَّ طُرُقًا جَمْعُ طَرِيْقٍ وَ فَعِيْلٌ فِي الْكَثْرَةِ يُجْمَعُ عَلىٰ فُعُلٍ بِضَمَّتَيْنِ وَ فِي الْقِلَّةِ عَلىٰ أَفْعِلَةٍ وَ الْمُرَادُ بِالطُّرُقِ الْأَسَانِيْدُ وَالْإِسْنَادُ حِكَايَةُ طَرِيْقِ الْمَتْنِ وَ الْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ الْإِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ وَ تِلْكَ الْكَثْرَةُ أَحَدُ شُرُوْطِ التَّوَاتُرِ إِذَا وَرَدَتْ بِلَا حَصْرِ عَدَدٍ مُّعَيَّنٍ بَلْ تَكُوْنُ الْعَادَةُ قَدْ أَحَالَتْ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) هو ضمیر کا مرجع متعین کر کے خبر متواتر کی تعریف کریں (ج) تواتر کے لیے عددِ معین شرط ہے یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو اس کو مدلل لکھیں اور اگر شرط نہیں ہے تو تواتر کے لیے کوئی معیار متعین فرمائیں۔

ترجمہ: پھر وہ ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے یا تو اس کے متعدد راستے یعنی بہت سی سندیں ہوگی اس لیے کہ طُرُقٌ طَرِیْقٌ کی جمع ہے اور فَعِیْلٌ کی جمعِ کثرت فُعُل (دونوں کے ضمہ کے ساتھ) کے وزن پر آتی ہے، اور جمعِ قلت أَفْعِلَةٌ کے وزن پر آتی ہے اور طُرُقٌ سے مراد اسانید ہیں، اور اسناد متن تک پہنچنے کے راستے کو بیان کرنا ہے اور متن

وہ کلام ہے جس پر سند کی انتہا ہو جائے، اور وہ کثرت تواتر کی ایک شرط ہے جب کہ وہ عدد معین میں حصر کا لحاظ کیے بغیر واقع ہو بلکہ (اس طرح واقع ہو کہ) عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کو محال قرار دے۔

مطلب: فهو باعتبار وصوله الينا: یہاں سے مصنفؒ خبر کی متواتر، مشہور، عزیز، غریب کی طرف تقسیم فرمارہے ہیں، اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہم تک پہنچنے میں یہ تقسیم سندوں کی تعداد کے اعتبار سے ہے، اس اعتبار سے نہیں کہ وہ سند صحیح ہے یا حسن یا ضعیف وغیرہ۔ مصنفؒ نے طُرُق کے بعد أي أسانيد كثيرة کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسانيد كثيرة یہ طرق کی تفسیر ہے۔ اسانيد كثيرة کے بعد لِاَنَّ طُرُقًا لا کر مصنفؒ طرق کی تفسیر اسانيد كثيرة سے کرنے کی علت بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نے طرق کی تفسیر اسانيد كثيرة سے اس لیے کی ہے، کیوں کہ طُرُق طَرِيْق کی جمعِ کثرت ہے، کیوں کہ فَعِيْلٌ کی جمعِ کثرت فُعُلٌ ہی کے وزن پر آتی ہے، اور طُرُق سے مراد اسانيد ہے تو طرق کے معنیٰ حقیقی مراد نہ ہونے کی وجہ سے طرق کی تفسیر اسانيد سے کی اور چوں کہ طُرُق طَرِيْق کی جمعِ کثرت ہے اس لیے كثيرة کا اضافہ کیا اور جب فعيل کی جمعِ کثرت کو بیان کر دیا تو مزید فائدہ کے لیے اس کی جمع قلت کا وزن بھی بتادیا کہ وہ اَفْعِلَةٌ ہے۔

اس کے بعد مصنفؒ نے والاسناد حكاية الخ سے سند و متن کی تعریف ذکر کی ہے کہ **سند**: وہ راستہ ہے جو متن تک پہنچانے کے لیے بیان کیا جائے (یعنی متن تک پہنچانے والے راستے کو سند کہتے ہیں)

متن: وہ کلام جس پر سند کی انتہاء ہو جائے۔ جیسے امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (بخاری شریف)

اس مثال میں شروع سے عن سلمة تک حدیث کی سنداور طریق ہےاور من یقل سے آخر تک متن ہے۔(شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶)

و تلک الکثرة: یہاں سے متواتر کی شرائط کا بیان ہے، حسب بیان حافظ ابن حجرؒ اس کی پانچ شرطیں ہیں، اس عبارت میں دو ذکر کی گئی ہیں (۱) سندوں کا کثیر و غیر محصور ہونا (۲) رواۃ کا اس قدر اور ایسا ہونا کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق اور اتفاقاً بلا قصد و ارادہ ان سے جھوٹ کے صدور کو محال قرار دے۔

ھو ضمیر کا مرجع: ھو ضمیر کا مرجع خبر ہے۔

خبر متواتر کی تعریف: خبر متواتر وہ خبر ہے جس کی سندیں کثیر اور غیر محصور ہوں۔

تواتر کے لیے کوئی عددِ معین شرط نہیں ہے اور تواتر کے لیے پانچ شرائط معیار ہیں۔ (۱) اس کی سندیں کثیر ہوں۔ (۲) رواۃ کی تعداد اتنی ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔ (۳) سند کی ابتداء سے انتہاء تک رواۃ کی یہ کثرت ہر طبقے میں باقی رہی ہو۔ (۴) روایت کا منتہیٰ کوئی امر حسّی ہو (یعنی آخری راوی کسی بات کا سننا یا کسی کام کا دیکھنا بیان کرے۔ (۵) ان رواۃ کی خبر سے سامع کو علمِ یقینی حاصل ہو۔

فائدہ: بعض لوگوں نے پانچویں شرط کو متواتر کا فائدہ بیان کیا ہے۔ (نزہۃ النظر ص ۷/۸) (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵۷)

سوال (۴) نخبۃ الفکر: ص/۱۰

عبارت باعراب: فَالْأَوَّلُ الْمُتَوَاتِرُ وَ هُوَ الْمُفِيْدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ بِشُرُوْطِهٖ وَ الْيَقِيْنُ هُوَ الْاِعْتِقَادُ الْجَازِمُ الْمُطَابِقُ وَ هٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ أَنَّ الْخَبَرَ الْمُتَوَاتِرَ يُفِيْدُ الْعِلْمَ الضَّرُوْرِيَّ وَ هُوَ الَّذِيْ يُضْطَرُّ الْإِنْسَانُ إِلَيْهِ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ دَفْعُهٗ وَ قِيْلَ لَا

يُفِيْدُ الْعِلْمَ إلاَّ نَظْرِيًّا وَ لَيْسَ بِشَيْئٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) خبر متواتر کے شرائط لکھیں۔

(ج) علم ضروری، نظری، نظر اور خبرِ متواتر کی تعریف لکھ کر عبارت کے ہر ہر جزء کی تسلی بخش وضاحت کیجیے۔

جواب: (الف) عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پہلی قسم خبر متواتر ہے، اور خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اپنی شرطوں کے ساتھ اور یقین وہ پختہ اعتقاد ہے جو (واقع کے) مطابق ہو اور یہی بات قابلِ اعتماد ہے کہ خبر متواتر علمِ ضروری کا فائدہ دیتی ہے اور علمِ ضروری وہ ہے جس کی طرف انسان اس طرح مجبور ہو کہ اس کا دفع کرنا ممکن نہ ہو اور بعض لوگوں نے کہا کہ (خبر متواتر) علمِ نظری ہی کا فائدہ دیتی ہے اور یہ کوئی بات نہیں ہے۔

(ب) خبر متواتر کی شرائط سوال نمبر تین (۳) کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔ **فلیراجع إلیه**

علمِ ضروری کی تعریف: علمِ ضروری وہ علم ہے جو انسان کو اضطراراً حاصل ہو انسان اس کے روکنے پر قادر نہ ہو جیسے آسمان کے اوپر ہونے اور زمین کے نیچے ہونے کا علم۔

علمِ نظری کی تعریف: علمِ نظری وہ علم ہے جو دلیل میں غور وفکر کرنے کے بعد حاصل ہو، جیسے عالم کے حادث ہونے کا علم۔

نظر کی تعریف: نظر: امورِ معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ اس سے نا معلوم چیز کا علم حاصل ہو جائے یا امورِ مظنونہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ اس سے نا معلوم چیز کا ظن حاصل ہو جائے۔ (نزہۃ النظر: ص: ۱۰-۱۱)

خبر متواتر کی تعریف سوال نمبر چار (۴) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ **فارجع إلیه**

عبارت کی تشریح: فالأوّل الخ: عبارت کا حاصل یہ ہے کہ خبر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کی بہت سی سندیں ہوں گی یا نہیں، اگر بہت سی سندیں ہیں تو یہی پہلی قسم متواتر ہے۔

وهو المفيد للعلم اليقيني: اس عبارت کو لا کر مصنف علیہ الرحمۃ متواتر کے حکم کو بیان فرمارہے ہیں کہ خبر متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے۔

بشروطه: یہ الاوّل سے متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ پہلا (یعنی وہ خبر جو سند کثیر غیر محصور کے ساتھ آئے) اپنی شرطوں کے ساتھ متواتر ہے، چناں چہ اگر اس میں متواتر کی شرائط نہیں پائی گئی تو وہ متواتر نہیں ہوگی۔

واليقين هو: یہاں سے یقین کی تعریف فرمارہے ہیں کہ یقین وہ پختہ اعتقاد ہے جو نفس الامر اور واقع کے مطابق ہو۔

وهذا هو المعتمد: مصنفؒ اپنے اس قول **وهو المفيد للعلم الخ** کو مضبوط کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ قابلِ اعتماد بات یہی ہے کہ خبرِ متواتر علمِ ضروری کا فائدہ دیتی ہے۔

وهو الذي يُضْطَرُّ الْاِنْسَانُ إِلَيْه: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ علمِ ضروری کی تعریف بیان فرمارہے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہے۔

و قيل لا يفيد العلم الخ: اس عبارت کو لا کر مصنفؒ ان لوگوں کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ خبرِ متواتر علمِ نظری کا فائدہ دیتی ہے تردید فرمارہے ہیں کہ **ليس بشيئ** یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۸۰) (بہجۃ النظر ص ۱۱)

سوال (۵) نخبۃ الفکر: ص/۱۲

عبارت باعراب: وَالثَّانِي وَ هُوَ أَوَّلُ أَقْسَامِ الْاٰحَادِ مَا لَهٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَةٌ بِأَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْنِ وَ هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِوُضُوْحِهٖ وَ هُوَ الْمُسْتَفِيْضُ عَلٰى رَأْيِ جَمَاعَةٍ مِّنْ أَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ وَ مِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ بَيْنَ الْمُسْتَفِيْضِ وَ الْمَشْهُوْرِ بِأَنَّ الْمُسْتَفِيْضَ يَكُوْنُ فِي ابْتِدَائِهٖ وَ انْتِهَائِهٖ سَوَاءً وَ الْمَشْهُوْرُ أَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ أُخْرٰى.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجیے۔ (ب) خبر مشہور و مستفیض کی تعریف اور وجہ تسمیہ تحریر کریں۔ (ج) مذکورہ بالا عبارت میں خبر مشہور اور مستفیض کے درمیان جو فرق کیا گیا ہے اس کو مفصل لکھئے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ کیجیے۔

ترجمہ: اور دوسری قسم جو کہ اخبار آحاد کی پہلی قسم ہے جس کی دو سے زیادہ سندیں ہوں محصور ہوں اور یہ محدثین کے نزدیک خبر مشہور ہے اس کا نام مشہور رکھا گیا ہے اس کے واضح ہونے کی وجہ سے اور ائمہ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق یہی خبر مستفیض ہے اور بعض حضرات نے مشہور اور مستفیض کے درمیان اس طرح مغایرت ثابت کی ہے (فرق کیا ہے) کہ مستفیض وہ ہے جس کی ابتداء اور انتہاء برابر ہو اور مشہور اس سے عام ہے اور بعض حضرات نے دوسرے طریقے پر فرق کیا ہے۔

خبر مشهور کی تعریف: خبر مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں یا اس سے علم بدیہی حاصل نہ ہو۔

وجه تسمیه: اس کو مشہور اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ دو سے زیادہ روایوں سے مروی ہونے کی وجہ سے ہر شخص کے سامنے ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔ (نزہۃ النظر ص ۱۴)

خبر مستفیض کی تعریف: خبر مستفیض کی دو تعریفیں ذکر کی گئی ہیں، ایک جماعت کی رائے کے مطابق خبر مشہور ہی خبر مستفیض ہے یعنی جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں۔

خبر مستفیض کی وجه تسمیه: خبر مستفیض کو مستفیض اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ فَاضَ الْمَاءُ يَفِيضُ فَيْضًا و فَيَضَانًا سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی کی رَو آنا، کثرت سے بہنا اور فَاضَ الْخَبَرُ کا معنی ہوا خبر کا پھیلنا تو چوں کہ مذکورہ خبر دو سے زیادہ لوگوں کے روایت کرنے کی وجہ سے عوام و خواص میں پھیل جاتی ہے اس لیے اس کو مستفیض کہتے ہیں۔

خبر مستفیض کی دوسری تعریف: وہ خبر ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زائد ہوں اور راویوں کی تعداد ہر طبقے میں یکساں ہوں، کسی طبقے میں کم و زائد نہ ہوئی ہو، مثلاً سند کے شروع میں اگر راویوں کی تعداد چار ہے تو آخر تک ہر طبقے میں چار ہی ہو کم و بیش نہ ہوئی ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۹۳، بہجۃ النظر ص ۱۴)

خبر مشہور اور مستفیض کے درمیان فرق: خبر مستفیض کی اگر پہلی تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان تساوی کی نسبت ہے اور اگر مستفیض کی دوسری تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مستفیض خاص ہے مشہور عام ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۹۳)

سوال (۶) نخبۃ الفکر: ص/ ۱۳

عبارت باعراب: وَ الثَّالِثُ الْعَزِيْزُ وَ هُوَ أَنْ لَّا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِنِ اثْنَيْنِ عَنِ اثْنَيْنِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ امَّا لِقِلَّةِ وُجُوْدِهٖ وَ امَّا لِكَوْنِهٖ أَعَزَّ أَيْ قَوِيَ بِمَجِيْئِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ وَ لَيْسَ شَرْطًا لِلصَّحِيْحِ خِلَافًا لِّمَنْ زَعَمَهٗ وَ هُوَ أَبُوْ عَلِيٍّ الْجُبَّائِيُّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خبر عزیز کی تعریف اور وجہ تسمیہ تحریر کریں۔ (ج) بتائیں کہ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: تیسری قسم خبر عزیز ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کو دو سے کم دو کے واسطے سے روایت نہ کریں، اور اس (قسم) کا نام عزیز رکھا گیا یا تو اس کے کم یاب ہونے کی وجہ سے یا اس کے قوی ہونے کی وجہ سے، یعنی وہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوی ہو گئی اور خبر کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا شرط نہیں ہے، اس شخص کے برخلاف جس نے اس کا گمان کیا (یعنی خبر کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا شرط سمجھا) اور وہ معتزلہ میں سے ابو علی جبائی ہے۔

(ب) خبرِ عزیز کی تعریف: وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے ہر طبقے میں کم از کم دو ہوں۔

وجہ تسمیہ: حافظ ابن حجرؒ نے خبرِ عزیز کے عزیز نام رکھنے کی دو وجہ تحریر کی ہیں۔

(۱) اگر عزیز عَزَّ یَعِزُّ عِزًّا و عِزَازَةً سے ماخوذ ہے تو اس کا معنی ہے کم یاب، اس معنی کے اعتبار سے اس کو عزیز اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ دوسری احادیث کے مقابلے میں کمیاب و قلیل الوجود ہے۔

(۲) اور اگر یہ عَزَّ یَعَزُّ عَزًّا و عَزَازَةً باب فتح و سمع سے ماخوذ ہے تو اس کا معنی ہے قوی اور مضبوط، اس لحاظ سے اس کا نام عزیز رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے وہ قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔

(ج) خبر کے صحیح ہونے کے لیے خبر کا عزیز ہونا شرط نہیں ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۹۷، نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر ص ۱۵)

سوال (۷) نخبۃ الفکر: ص/ ۱۵

عبارت باعراب: وَ الرَّابِعُ الْغَرِيْبُ وَ هُوَ مَا يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهٖ شَخْصٌ وَاحِدٌ فِيْ أَيِّ مَوْضَعٍ وَقَعَ التَّفَرُّدُ بِهٖ مِنَ السَّنَدِ عَلٰى مَا سَيُقَسَّمُ إِلَيْهِ الْغَرِيْبُ الْمُطْلَقُ وَ الْغَرِيْبُ النِّسْبِيُّ وَ كُلُّهَا سِوَى الْأَوَّلِ اٰحَادٌ وَ يُقَالُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا خَبَرُ وَاحِدٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیے۔ (ب) خبر واحد اور غریب کی لغوی و اصطلاحی تعریف لکھ کر کلھا کی ضمیر کا مرجع اور سوی الاوّل میں اوّل کا مصداق متعین کیجیے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: چوتھی قسم غریب ہے اور غریب وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے میں کوئی راوی سند کے کسی بھی طبقے میں منفرد ہو، جیسا کہ اس کی طرف غریب مطلق اور غریب نسبی کی تقسیم کی جائے گی اور یہ تمام سوائے اوّل کے اخبار آحاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔

مطلب: والرابع الغریب: مصنفؒ اس سے پہلے خبر متواتر، مشہور اور عزیز کی تعریف بیان کر چکے، اب چوتھی قسم غریب کی تعریف بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ غریب وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے میں راوی سند کے کسی بھی طبقے میں منفرد ہو خواہ ہر طبقے میں ایک ہی ہو یا کسی طبقے میں ایک سے زائد بھی ہو گئے ہوں۔

علیٰ ما سیُقسَّم: یعنی حدیثِ غریب کی تفرد کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) غریب مطلق (۲) غریب نسبی ۔ اور آگے انشاء اللہ غریب کی ان دونوں کی طرف تقسیم ہوگی۔

وَکُلُّھَا: یعنی متواتر، مشہور، عزیز، غریب ان میں سے ہر ایک سوائے اوّل (متواتر) کے مجموعی طور پر اخبارِ آحاد اور علیحدہ علیحدہ ہونے کی صورت میں ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ (نزہۃ النظر ۱۸)

(ب) **خبرِ واحد کی لغوی تعریف:** وہ خبر ہے جس کو تنہا ایک شخص بیان کرے۔

خبرِ واحد کی اصطلاحی تعریف: وہ خبر جو تواتر کی جملہ شرطوں کو جامع نہ ہو۔

حدیثِ غریب کی تعریف: وہ خبر ہے جس کا صرف ایک راوی ہو، خواہ ہر طبقے میں ایک ہی ہو یا کسی بھی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو۔

کلھا کی ضمیر کا مرجع: کلھا میں ہا کی ضمیر کا مرجع اخبار آحاد کی چاروں قسمیں (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) غریب ہے۔

سوی الاوّل میں اوّل کا مصداق متواتر ہے۔ (نزہۃ النظر ص ۱۸، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۰۸)

سوال (۸) نخبۃ الفکر: ص/ ۱۵

عبارت باعراب: وَ فِيهَا: الْمَقْبُوْلُ وَ هُوَ مَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ فِيهَا الْمَرْدُوْدُ وَ هُوَ الَّذِيْ لَمْ يَرْجَحْ

صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ لِتَوَقُّفِ الْإِسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْأَوَّلِ وَ هُوَ الْمُتَوَاتِرُ فَكُلُّهٗ مَقْبُوْلٌ لِإِفَادَتِهِ الْقَطْعَ لِصِدْقِ مُخْبِرِهٖ بِخِلَافِ غَيْرِهٖ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ.

(الف) اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔ (ب) اخبارِ آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم نہ ہونے کی دلیل کی وضاحت کریں۔ (ج) فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور اس میں مقبول ہے اور مقبول ایسی خبر ہے جس پر جمہور کے نزدیک عمل کرنا واجب ہے اور اسی میں مردود ہے اور مردود ایسی خبر ہے جس کے مخبر کا سچا ہونا راجح نہ ہو خبر آحاد سے استدلال کے اس کے رواۃ کے احوال کی تفتیش پر موقوف ہونے کی وجہ سے، نہ کہ پہلی قسم سے اور وہ (پہلی قسم) متواتر ہے، لہٰذا تمام متواتر مقبول ہے اس کے اپنے مُخْبِرُ کے واقعی صدق کا فائدہ دینے کی وجہ سے برخلاف اس کے علاوہ اخبارِ آحاد کے۔

اخبارِ آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم نہ ہونے کی دلیل کی وضاحت:

(ب) خبرِ آحاد کی دو قسمیں اس لیے ہیں کیوں کہ خبر آحاد سے اس وقت تک استدلال نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کے رُوات کے احوال کی تحقیق و تفتیش نہ کرلی جائے اور جب رُوات کے احوال کی تفتیش کی جائے گی تو بعض خبرِ واحد کے تمام رُوات ثقہ ہوں گے، لہٰذا ان کی خبر مقبول ہوگی اور بعض خبرِ واحد کے تمام رُوات یا بعض رواۃ ثقہ نہیں ہوں گے، لہٰذا ان کی حدیث مردود ہوگی۔ (بہجۃ النظر و نزہۃ النظر ص ۱۹)

اور خبرِ متواتر اس لیے منقسم نہیں ہے کیوں کہ خبر متواتر سے استدلال اس کے رُوات کے احوال کی تحقیق و تفتیش پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر خبر متواتر سے استدلال درست ہے، لہٰذا ہر خبرِ متواتر مقبول ہوگی، کوئی بھی مردود نہیں ہوگی۔

(ج) فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع اخبارِ آحاد ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۱۰)

سوال (۹) نخبۃ الفکر: ص/ ۱۶

عبارت باعراب: إِنَّمَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِالْمَقْبُوْلِ مِنْهَا لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ تُوْجَدَ فِيْهَا أَصْلُ صِفَةِ الْقَبُوْلِ أَوْ أَصْلُ صِفَةِ الرَّدِّ أَوْ لَا، فَالْأَوَّلُ يُغَلِّبُ عَلَى الظَّنِّ صِدْقَ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ صِدْقِ نَاقِلِهِ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَ الثَّانِي يُغَلِّبُ عَلَى الظَّنِّ كِذْبَ الْخَبَرِ لِثُبُوْتِ كِذْبِ نَاقِلِهِ فَيُطْرَحُ، وَ الثَّالِثُ إِنْ وُجِدَتْ قَرِيْنَةٌ تُلْحِقُهُ بِأَحَدِ الْقِسْمَيْنِ الْتَحَقَ بِهِ وَ إِلَّا فَيُتَوَقَّفُ فِيْهِ.

(الف) منھا اور فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع (ب) صفتِ قبول وصفتِ رد کی تعیین کرکے اعراب لگائیے (ج) ترجمہ کیجیے (د) عبارت میں ذکر کردہ اقسامِ ثلاثہ کی تشریح و احکام، نیز بتائیے کہ ظن سے کس کا ظن مراد ہے متکلم کا یا سامع کا؟

جواب: (الف) منھا اور فیھا دونوں میں ھا ضمیر کا مرجع اخبارِ آحاد ہے۔

(ب) **صفتِ قبول:** ثُبُوْتُ صِدْقِ النَّاقِلِ، یعنی ناقل کے صدق کا ثبوت ہے۔

صفتِ رد: ثُبُوْتُ كِذْبِ النَّاقِلِ، یعنی ناقل کے کذب کا ثبوت ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۱۳)

عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) **ترجمہ:** اس کے مقبول پر عمل کرنا اس لیے واجب ہے کیوں کہ یا تو اس میں صفتِ قبول کی دلیل پائی جائے گی یا صفتِ رد کی دلیل، پہلی قسم خبر کے صدق کو ظن پر غالب کرتی ہے اس کے ناقل کے صدق کے ثابت ہونے کی وجہ سے لہٰذا اس پر عمل کیا جائے گا اور دوسری قسم خبر کے کذب کو ظن پر غالب کرتی ہے اس کے ناقل کے کذب کے ثابت ہونے کی وجہ سے، لہٰذا اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور تیسری قسم اگر کوئی ایسا قرینہ پایا

جائے جو اس کو کسی ایک قسم کے ساتھ ملا دے تو وہ اس کے ساتھ مل جائے گی ورنہ تو اس میں توقف کیا جائے گا۔

(د) عبارت میں ذکر کردہ اقسامِ ثلاثہ کی تشریح:

إنما وجب العمل الخ: حافظ ابن حجرؒ یہاں سے حدیثِ مقبول پر عمل کے واجب ہونے کی دلیل بیان فرمار ہے ہیں کہ اخبارِ آحاد کی حدیثِ مقبول پر عمل کرنا اس لیے واجب ہے کیوں کہ اخبارِ آحاد دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو اس میں صفتِ قبول کی دلیل یعنی راوی کے سچا ہونے کا ثبوت پایا جائے گا یا نہیں؛ اگر راوی کے سچا ہونے کا ثبوت پایا جائے تو غالب گمان یہی ہے کہ وہ خبر سچی ہے، کیوں کہ اس کا راوی سچا ہے اور اگر راوی کے سچا ہونے کا ثبوت نہ پایا جائے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس میں صفتِ رد کی دلیل یعنی راوی کے جھوٹے ہونے کا ثبوت پایا جائے گا یا نہیں؛ اگر راوی کے جھوٹے ہونے کا ثبوت پایا جائے تو غالب گمان یہی ہے کہ وہ خبر جھوٹی ہے کیوں کہ اس کا راوی جھوٹا ہے، اور اگر راوی کے جھوٹے ہونے کا ثبوت نہ پایا جائے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں قبول یا رد کا کوئی قرینہ پایا جائے گا یا نہیں؟ اگر قرینہ پایا جائے تو جس قسم کا قرینہ ہے اسی کے ساتھ اس خبر کو بھی لاحق کر دیا جائے گا، یعنی اگر قبولیت کا قرینہ پایا جائے تو قبولیت کے ساتھ اور ردّیت کا قرینہ پایا جائے تو ردّیت کے ساتھ اس خبر کو لاحق کر دیا جائے گا، مثلاً اگر کسی خبرِ واحد کا راوی سیئ الحفظ یا مستور الحال ہو اور اس کا کوئی معتبر متابع یا شاہد مل جائے تو قبولیت کا قرینہ ہے اور اگر کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس حدیث پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا۔

احکام: (۱) اگر صفتِ قبول کی دلیل پائی گئی تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

(۲) اگر صفتِ ردّیت کی دلیل پائی گئی تو عمل کرنا ترک کر دیا جائے گا۔

(۳) اگر صفتِ قبولیت کا کوئی قرینہ پایا جائے تو قبولیت کے ساتھ اور ردّیت کا کوئی قرینہ پایا جائے تو ردّیت کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔

(۴) اگر کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا۔
ظن سے مراد سامع کا ظن ہے نہ کہ متکلم کا۔ (نزہۃ النظر ص ۱۹ تحفۃ الدرر ص ۷)

سوال (۱۰) نخبۃ الفکر: ص/ ۱۷

عبارت باعراب: وَ قَدْ يَقَعُ فِيْهَا مَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِمَنْ أَبَى ذٰلِكَ وَ الْخِلَافُ فِي التَّحْقِيْقِ لَفْظِيٌّ لِأَنَّ مَنْ جَوَّزَ إِطْلَاقَ الْعِلْمِ قَيَّدَهُ بِكَوْنِهِ نَظَرِيًّا وَهُوَ الْحَاصِلُ مِنَ الْإِسْتِدْلَالِ وَ مَنْ أَبَى الْإِطْلَاقَ خَصَّ لَفْظَ الْعِلْمِ بِالْمُتَوَاتِرِ وَ مَا عَدَاهُ عِنْدَهُ ظَنِّيٌّ لٰكِنَّهُ لَا يَنْفِي أَنَّ مَا احْتُفَّ بِالْقَرَائِنِ أَرْجَحُ مِمَّا خَلَا عَنْهَا.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجیے (ب) خبرِ واحد و متواتر کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے فیھا کی ضمیر کا مرجع متعین کر کے ما عداہ کی وضاحت کیجیے۔ (ج) اخبارِ آحاد منضم بالقرائن کے مفیدِ علم ہونے کے بارے میں اختلاف لکھئے (د) اور اختلاف کے لفظی ہونے کی تشریح کر کے علمِ نظری کی تعریف کیجیے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور بسا اوقات اس میں (ایسی خبر آتی ہے) جو مختار قرائن کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، اُس شخص کے برخلاف جس نے اس کا (قولِ مختار) کا انکار کیا، اور درحقیقت اختلاف لفظی ہے، اس لیے کہ جن لوگوں نے (خبرِ واحد کے مفاد پر) لفظِ علم کے استعمال کو جائز قرار دیا انھوں نے اس کو نظری ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، جو علم نظری استدلال (غور و فکر) سے حاصل ہوتا ہے، اور جن لوگوں نے (خبر واحد کے مفاد پر) لفظِ علم کے استعمال کا انکار کیا انھوں نے لفظِ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے، اور جو خبرِ متواتر کے علاوہ ہو ان کے نزدیک ظنی ہے، لیکن انھوں نے اس بات کی نفی نہیں کی ہے کہ (جس خبرِ واحد کے ساتھ) قرائن ملے ہوئے ہوں وہ اس خبرِ واحد سے راجح ہے جو قرائن سے خالی ہو۔

خبرِ واحد کی لغوی تعریف: مَا يَرْوِيهِ شَخْصٌ وَّاحِدٌ، وہ خبر جس کو تنہا ایک شخص بیان کرے۔

اصطلاحی تعریف: مَا لَمْ يَجْمَعْ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ، وہ خبر جو تواتر کی جملہ شرطوں کو جامع نہ ہو۔

خبرِ متواتر کی لغوی واصطلاحی تعریف سوال نمبر (٣) میں گذر چکی ہے۔ فارجع إليه

فیھا کی ضمیر کا مرجع: فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع اخبارِ آحاد ہے۔

و ماعداہ کی وضاحت: یعنی جن لوگوں نے لفظ علم کے خبر واحد کے مفاد پر استعمال کو جائز قرار دینے کا انکار کیا ان کے نزدیک ماعداہ یعنی خبر متواتر کے علاوہ تمام خبریں ظنی ہیں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ٢١٥)

(ج) اخبارِ آحاد منضم بالقرائن کے مفیدِ علم ہونے کے بارے میں اختلاف:

خبر واحد مفیدِ علم یقین ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مصنفؒ نے تین اقوال بیان کیے ہیں۔ (١) جمہور کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً خبر واحد مفیدِ یقین نہیں ہے، خواہ اس کے ساتھ قرائن ملے ہوئے ہوں یا نہ ہوں بلکہ وہ مفیدِ ظن ہے۔ (٢) ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مطلقاً مفیدِ یقین ہے، قرائن کے ساتھ بھی، بغیر قرائن کے بھی۔ (٣) محققین (جن میں خود حافظ ابن حجرؒ بھی ہیں) کی رائے یہ ہے کہ اگر قرائن ملے ہوئے نہ ہوں تو خبر واحد مفیدِ ظن ہے اور اگر خبرِ واحد محتف بالقرائن ہو یعنی قرائن ملے ہوئے ہوں تو خبر واحد مفیدِ یقین ہے، اور یہ یقین یقینِ نظری ہوگا جو غور وفکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے، یقینِ بدیہی نہیں ہوگا۔

(د) اختلاف کے لفظی ہونے کی تشریح: حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ اختلاف لفظی ہے، حقیقی نہیں، اس لیے کہ محققین نے جو یہ کہا ہے کہ خبر واحد مفیدِ علم ہے، ان کی مراد علم سے علمِ نظری ہے۔

اور جمہور نے جو یہ کہا کہ خبرِ واحد مفیدِ علم نہیں ہے اور انھوں نے لفظِ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ متواتر کے علاوہ یعنی تمام اخبارِ آحاد اپنی ذات کے اعتبار سے مفیدِ ظن ہیں اور چوں کہ انھوں نے اس بات کی نفی نہیں کی ہے کہ جو خبرِ واحد محتف بالقرائن ہو وہ اس خبرِ واحد کے مقابلے میں جو قرائن سے خالی ہو راجح ہوتی ہے اس لیے وہ خبر جو محتف بالقرائن ہو جمہور کے نزدیک بھی مرتبہ افادۂ ظن سے ترقی کر کے افادۂ علمِ یقین کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے، لہٰذا دونوں میں حقیقی اختلاف نہ رہا۔

علمِ نظری کی تعریف: علمِ نظری وہ علم ہے جو قرائن میں غور و فکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر ص ۲۰/۲۱)

سوال (۱۱) نخبۃ الفکر: ص/۲۲

عبارت باعراب: ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ فِيْ أَصْلِ السَّنَدِ أَيْ فِي الْمَوْضَعِ الَّذِيْ يَدُوْرُ الإِسْنَادُ عَلَيْهِ وَ يَرْجِعُ وَ لَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ إِلَيْهِ وَ هُوَ طَرَفُهُ الَّذِيْ فِيْهِ الصَّحَابِيُّ أَوْ لَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ بِأَنْ يَكُوْنَ التَّفَرُّدُ فِيْ أَثْنَائِهِ كَأَنْ يَرْوِيَهُ عَنِ الصَّحَابِيِّ أَكْثَرُ مِنْ وَاحِدٍ ثُمَّ يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهِ عَنْ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ فَالْأَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) حدیثِ غریب اور حدیثِ فرد کی تعریف لکھ کر مصنفؒ کے بیان کے مطابق فردِ مطلق اور فردِ نسبی کے درمیان مع مثال فرق تحریر کیجیے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: پھر غرابت (تفرد) یا تو سند کے شروع میں ہوگی یعنی اس جگہ میں جہاں سند کا مدار و مرجع ہے اگر چہ اس جگہ تک بہت سی سندیں پہنچتی ہوں اور وہ جگہ سند کا وہ کنارہ ہے جس کے پاس صحابی ہو یا تفرد ایسا نہ ہو بلکہ تفرد سند کے درمیان میں ہو جیسے (کسی

حدیث کو) صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کرے، پھر ان تابعین میں سے کسی ایک سے اس حدیث کو کوئی شخص تنہا روایت کرے تو پہلی قسم فردِ مطلق ہے۔

(ب) **حدیثِ فرد کی تعریف:** وہ حدیث ہے جس کو صحابی سے صرف ایک ہی تابعی روایت کرے خواہ تابعی کے بعد کے طبقات میں رُوات ایک ہی ہو یا زیادہ ہوں۔

حدیثِ غریب کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ہو یا کسی طبقے میں ایک سے زیادہ بھی ہو گئے ہوں۔

فردِ مطلق اور فردِ نسبی کے درمیان مع مثال فرق:

فردِ مطلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں (طبقہ تابعین میں) غرابت ہو بایں طور کہ اس حدیث کو صحابی سے صرف ایک ہی تابعی روایت کرے، جیسے اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَ لَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ بخاری، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۴ کتاب الفرائض، اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہے، اور حضرت عبداللہ بن دینارؒ یعنی تابعی کے بعد کوئی راوی منفرد نہیں۔(شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۶)

فردِ نسبی: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو بایں طور کہ اس حدیث کو صحابی سے ایک زیادہ تابعی روایت کرے مگر تابعین کے بعد کسی طبقے میں کوئی راوی منفرد ہو، جیسے اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ بخاری شریف، فتح الباری ۱/۵۱ کتاب الایمان، اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے میں ابو صالح منفرد ہیں اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق اس طرح ہوا کہ فردِ مطلق میں ابتداء سند میں یعنی طبقۂ تابعین میں غرابت ہو اور فردِ نسبی میں درمیانِ سند میں یعنی طبقۂ تابعین کے بعد غرابت ہو۔(نزہۃ النظر ص ۲۶/۲۵، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۵)

سوال (۱۳) نخبۃ الفکر: ص/۲۲

عبارت باعراب: وَ الثَّانِيْ اَلْفَرْدُ النِّسْبِيُّ سُمِّيَ نِسْبِيًّا لِكَوْنِ التَّفَرُّدِ فِيْهِ حَصَلَ بِالنِّسْبَةِ إِلىٰ شَخْصٍ مُّعَيَّنٍ وَ إِن كَانَ الْحَدِيْثُ فِيْ نَفْسِهٖ مَشْهُوْرًا وَ يَقِلُّ إِطْلَاقُ الْفَرْدِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْغَرِيْبَ وَ الْفَرْدَ مُتَرَادِفَانِ لُغَةً وَ اصْطِلَاحًا إِلَّا أَنَّ أَهْلَ الْإِصْطِلَاحِ غَايَرُوْا بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ كَثْرَةُ الْإِسْتِعْمَالِ وَ قِلَّتِهٖ فَالْفَرْدُ أَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهُ عَلَى الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) فردِ مطلق اور فردِ نسبی کی تعریف کرتے ہوئے مطلب لکھیں (ج) بتائیں کہ عبارت میں مذکور فردِ مطلق اور فردِ نسبی کے درمیان فرق مطلقاً ہے یا کسی خاص اعتبار سے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: دوسری قسم فردِ نسبی ہے، اس قسم کا نام نسبی اس لیے رکھا گیا کیوں کہ اس میں ایک شخصِ معین کے اعتبار سے تفرد واقع ہوتا ہے، اگر چہ حدیث فی نفسہٖ مشہور ہو اور فردِ نسبی پر مطلقاً فرد کا استعمال کم ہوتا ہے، اس لیے کہ غریب اور فرد باعتبارِ لغت و اصطلاح مترادف ہیں، مگر یہ کہ اہلِ اصطلاح نے قلتِ استعمال اور کثرتِ استعمال کے اعتبار سے دونوں میں فرق کیا ہے، چناں چہ فرد کا اطلاق اکثر فردِ مطلق کے لیے کرتے ہیں، اور غریب کا استعمال اکثر و بیشتر فردِ نسبی کے لیے کرتے ہیں۔

(ب) **فردِ مطلق:** وہ حدیث ہے جس کو صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، خواہ تابعی کے بعد کے طبقات میں راوی ایک ہی ہو یا زیادہ۔

فردِ نسبی: وہ حدیث ہے جس کو صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کریں مگر تابعین کے بعد کسی طبقے میں کوئی راوی منفرد ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۸)

مطلب: اس عبارت سے مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ غریب کی دوسری قسم فردِ

نسبی ہے، پھراس کی وجہ تسمیہ بیان فرمارہے ہیں کہ اس حدیث غریب کو فرد نسبی اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ اس میں تفرد ایک شخصِ معین کے اعتبار سے واقع ہوتا ہے، اگر چہ وہ حدیث فی نفسہٖ مشہور ہی کیوں نہ ہو، بعد ازاں فرماتے ہیں فردِ نسبی کے لیے لفظ فرد کا استعمال کم ہوتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ غریب اور فرد باعتبار لغت و اصطلاح مترادف ہیں، اور الا أن أهل الاصطلاح سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر چہ لغتاً واصطلاحاً دونوں میں فرق نہیں ہے، لیکن اہلِ اصطلاح نے کثرتِ استعمال اور قلتِ استعمال کے اعتبار سے دونوں میں فرق کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظِ فرد کا استعمال اکثر و بیشتر فردِ مطلق کے لیے اور لفظِ غریب کا استعمال زیادہ تر فردِ نسبی کے لیے کرتے ہیں۔

(ج) لفظِ فرد کے فعل یعنی تَفَرَّدَ اور لفظ غریب کے فعل اَغْرَبَ میں نہ لغت کے اعتبار سے نہ اصطلاح کے اعتبار سے اور نہ استعمال کے اعتبار سے فرق ہے اور اسم غریب وفرد میں اگر چہ لغت واصطلاح کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، لیکن استعمال کے اعتبار سے فرق ملحوظ ہے کہ لفظِ فرد کا استعمال اکثر و بیشتر فردِ مطلق کے لیے اور لفظِ غریب کا استعمال اکثر و بیشتر فردِ نسبی کے لیے کرتے ہیں۔ (نزہۃ النظر ص ۴۳، بہجۃ النظر ص ۲۵)

سوال (۱۴) نخبۃ الفکر: ص/۲۴

عبارت باعراب: وَ خَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَ لَا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجیے (ب) عدل، ضبط، متصل کی تعریف، نیز معلل وشاذ کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد صحیح لذاتہٖ کی تعریف کی وضاحت کیجیے (ج) یہ بھی بتلائیے کہ صحیح لذاتہٖ خبر واحد کی کونسی قسم کے اقسام میں سے ہے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کو ایسے ثقہ لوگ روایت کریں جن کا ضبط تام ہو، حدیث کی سند متصل ہو، حدیث معلل وشاذ نہ ہو، یہی صحیح لذاتہٖ ہے۔

(ب) **عدل کی تعریف:** عادل سے مراد وہ شخص ہے، جس میں ایسی قوت و ملکہ ہو جو اس کو تقویٰ و مروّت کے لازم پکڑنے پر ابھارتی ہے۔

ضبط کی تعریف: کسی چیز کو دل و دماغ یا تحریر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر لینا۔

متصل کی تعریف: متصل وہ سند ہے جو مسلسل ہو درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہو، بلکہ ہر راوی نے اپنے شیخ سے براہِ راست حاصل کیا ہو۔

معلل کی لغوی تعریف: معلل ایسی چیز جس میں کوئی علت ہو یعنی خرابی ہو۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحِ محدثین میں معلل ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی ظاہری یا مخفی خرابی ہو جو صحتِ حدیث کے لیے نقصان دہ ہو۔

شاذ کی لغوی تعریف: وہ شخص جو تنہا و منفرد ہو۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحِ محدثین میں ایسی حدیث جس میں ثقہ اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر ص ۴۴)

صحیح لذاتہ کی تعریف کی وضاحت: صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس میں پانچ شرائط پائے جاتے ہوں (۱) تمام راوی ثقہ (یعنی معتبر) ہوں (۲) حدیث کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں (۳) سند متصل ہو (یعنی درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہوا ہو) (۴) اسناد میں کوئی علتِ خفیہ نہ ہو (۵) روایت شاذ نہ ہو۔

(ج) صحیح لذاتہ خبرِ واحد کی پہلی قسم (خبر مقبول) کے اقسام میں سے ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۴۷ تا ص ۲۵۲)

سوال (۱۵) نخبۃ الفکر: ص/ ۲۹

عبارت باعراب:

فَالصِّفَاتُ الَّتِي تَدُوْرُ عَلَيْهَا الصِّحَّةُ فِيْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ أَتَمُّ مِنْهَا فِيْ كِتَابِ مُسْلِمٍ وَ أَشَدُّ وَ شَرْطُهُ فِيْهَا أَقْوٰى وَ أَسَدُّ أَمَّا

رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْاِتِّصَالُ فَلِاشْتِرَاطِهِ أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رَوَى عَنْهُ وَ لَوْ مَرَّةً وَ اكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَ أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةُ وَ الضَّبْطُ فَلِأَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ أَكْثَرُ عَدَدًا مِّنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ وَ أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدَمُ الشُّذُوْذِ وَ الْإِعْلَالِ فَلِأَنَّ مَا انْتُقِدَ عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْأَحَادِيْثِ أَقَلُّ عَدَدًا مِّمَّا انْتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا ایسا مطلب بیان کیجیے کہ یہ بات واضح ہو جائے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: وہ صفات جن پر صحتِ حدیث کا دارومدار ہے وہ صحیح مسلم کے مقابلے صحیح بخاری میں بدرجۂ اتم اور بہت ہی ٹھوس پائے جاتے ہیں اور امام بخاریؒ کی شرط بمقابل شرطِ مسلم بہت ہی قوی اور درست ہے، بہرحال اتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا امام بخاری کے (حدیثِ معنعن کو متصل تسلیم کرنے کے لیے) راوی کی مروی عنہ سے ملاقات کے ثابت ہونے کی شرط لگانے کی وجہ سے اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور امام مسلم نے فقط معاصرت کو کافی قرار دیا ہے اور رہا عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا اس لیے ہے کیوں کہ مسلم کے متکلَّم فیہ رجال بمقابلۂ بخاری کے متکلم فیہ رجال کے زیادہ ہیں، اور شذوذ وعلت نہ ہونے کے اعتبار سے صحیح بخاری کی انضلیت اس لیے ہے کیوں کہ بخاری کی جن احادیث پر نقد واعتراض کیا گیا ہے ان کی تعداد مسلم کی نقد واعتراض کی ہوئی حدیثوں سے کم ہے۔

(ب) **مطلب:** فَالصِّفَاتُ الَّتِيْ تَدُوْرُ عَلَيْهَا الخ: مصنفؒ یہاں سے صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کی چند وجوہ ترجیحات بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ

اوصاف جن پر حدیث کی صحت کا دار ومدار ہے، صحیح مسلم کے مقابلے صحیح بخاری میں صحیح تر اور بدرجہ اتم واکمل پائے جاتے ہیں۔

فَشَرْطُهُ فِيهَا الخ: اسی طرح ان اوصاف کے حوالے سے شرطِ بخاری بمقابلہ شرطِ مسلم قوی تر اور مضبوط ترین ہے۔

أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الِاتِّصَالُ: اتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو ترجیح اس لیے ہے کیوں کہ اگر کوئی راوی بصیغہ عن (جو کہ اتصال کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں؟ اس میں قدرے تفصیل ہے۔ (۱) راوی (بصیغہ عن روایت کرنے والا) مروی عنہ کا معاصر ہوگا یا نہیں؛ اگر معاصر نہیں ہے تو سند متصل نہیں ہوگی، اور اگر معاصر ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو خارج سے عدم اللقاء بین الراوی والمروی عنہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر عدم لقاء ثابت ہو تو سند متصل نہیں ہوگی اور اگر عدمِ لقاء ثابت نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو راوی مدلّس ہوگا یا نہیں، اگر راوی مدلس ہے تو وہ سند اُس وقت تک متصل نہیں ہوگی جب تک کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ ہو، اور امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی، چاہے ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اسنادِ معنعن کو متصل قرار دینے کے لیے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات شرط ہے، جب کہ امام مسلمؒ نے یہ قید نہیں لگائی ہے، لہٰذا اس قیدِ مذکور کی زیادتی صحیح بخاری کے لیے باعثِ ترجیح ہوگی۔

أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةُ وَالضَّبْطُ: عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کو ترجیح اس لیے ہے کیوں کہ مسلم کے متکلم فیہ رجال کے مقابلے بخاری کے متکلم فیہ رجال کی تعداد کم ہے، اس لیے کہ جن رُوات سے صرف بخاری نے روایت لی ہے، وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) ہیں، جن میں متکلم فیہ رجال تقریباً اَسّی (۸۰) ہیں اور جن سے صرف مسلم نے روایت اخذ کی ہے وہ چھ سو بیس (۶۲۰) ہیں جن میں سے متکلم فیہ ایک سو

ساٹھ (۶۰) ہیں گویا کہ بخاری کے متکلم فیہ رجال مسلم کے متکلم فیہ رجال کے مقابلے نصف ہیں۔

أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدَمُ الشُّذُوْذِ وَالإِعْلَالِ: عدمِ شذوذ واعلال کے اعتبار سے صحیح بخاری کو اس لیے افضلیت حاصل ہے کیوں کہ بخاری کی جن حدیثوں پر نقد و اعتراض کیا گیا ہے ان کی تعداد صحیح مسلم کی ان حدیثوں کے مقابلے میں جن پر نقد و اعتراض کیا گیا ہے کم ہے، کیوں کہ صحیحین کی وہ کل حدیثیں جن پر نقد واعتراض کیا گیا ہے دوسودس (۲۱۰) ہیں جن میں سے بتّیس (۳۲) میں دونوں شریک ہیں اور بخاری میں صرف اٹھتر (۷۸) ہیں جب کہ مابقیہ یعنی سو (۱۰۰) مسلم میں ہیں۔ (نزہۃ النظر ص ۲۹/۳۰)

سوال (۱۶) نخبۃ الفکر: ص/۳۳

عبارت باعراب: وَ هٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْحَسَنِ مُشَارِكٌ لِلصَّحِيْحِ فِي الْإِحْتِجَاجِ بِهٖ وَ إِنْ كَانَ دُوْنَهٗ وَ مُشَابِهٌ فِي انْقِسَامِهٖ إِلىٰ مَرَاتِبَ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ وَ بِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ يُصَحَّحُ وَ إِنَّمَا يُحْكَمُ لَهٗ بِالصِّحَّةِ عِنْدَ تَعَدُّدِ الطُّرُقِ لِأَنَّ لِلصُّوْرَةِ الْمَجْمُوْعَةِ قُوَّةً تَجْبُرُ الْقَدْرَ الَّذِي قَصُرَ بِهٖ ضَبْطُ رَاوِي الْحَسَنِ عَنْ رَاوِي الصَّحِيْحِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) حسن اور صحیح لغیرہ کی جامع تعریف کر کے مطلب کی وضاحت کیجیے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور حدیثِ حسن کی یہ قسم (حسن لذاتہ) اس سے استدلال کرنے میں حدیث صحیح کے ہم شریک ہے اگر چہ مرتبہ میں اس سے (صحیح) سے کم ہے، اور متعدد مرتبوں کی طرف منقسم ہونے میں صحیح کے مشابہ ہے، بعض مرتبے بعض سے بڑے ہوئے ہیں اور اس کی (حسن لذاتہ کی) سندوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو صحیح کہا جائے گا اور سندوں کے

متعدد ہونے کے وقت اس پر صحت کا حکم اس لیے لگایا جاتا ہے کیوں کہ صورتِ مجموعہ میں ایسی قوت ہوتی ہے جو اس مقدار کی تلافی کر دیتی ہے جس کی وجہ سے حسن کے راوی کا ضبط صحیح کے راوی سے کم ہوا ہے۔

(ب) **حدیث حسن کی تعریف:** حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے تمام رُوات عادل ہوں، خفیف الضبط ہوں، حدیث کی سند متصل ہو، حدیث معلل وشاذ نہ ہو، حدیث ایک ہی سند سے مروی ہو۔

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف: صحیح لغیرہ وہ حدیث حسن لذاتہ ہے جو متعدد طرق سے مروی ہو۔

یعنی حدیث صحیح لغیرہ میں بھی وہی تمام شرائط ہیں جو حدیث حسن لذاتہ میں ہے لیکن حسن کی تعریف میں ایک قید ہے وہ یہ کہ حدیث حسن ایک ہی سند سے مروی ہو لیکن جب یہی حدیث حسن لذاتہ متعدد سندوں سے مروی ہو تو حسن لذاتہ کی وہ کمی جو راوی کے خفیف الضبط ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی اس کی تلافی ہو جائے گی اور حدیث حسن لذاتہ اپنے مرتبہ سے ترقی کر کے صحیح لغیرہ ہو جائے گی۔

مطلب کی وضاحت: **وهذا القسم من الحسن الخ:** اس عبارت کو لا کر مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حدیث حسن لذاتہ ایک چیز میں حدیثِ صحیح کے ہم شریک وہم پلہ ہے یعنی جس طرح حدیثِ صحیح سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح حدیثِ حسن سے بھی استدلال کیا جاتا ہے اگرچہ حدیثِ حسن لذاتہ حدیث صحیح سے مرتبہ میں کم ہے۔

ومشابه في انقسامه الخ: اس عبارت کو لا کر مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حدیث حسن لذاتہ ایک چیز میں حدیث صحیح کے مشابہ ہے یعنی جس طرح حدیثِ صحیح بعض ایسے مراتب کی طرف منقسم ہے جن مراتب کا درجہ ایک دوسرے سے بڑا ہوا ہے اسی طرح حدیث حسن لذاتہ بھی چند ایسے مراتب کی طرف منقسم ہے جو ایک دوسرے سے بڑے ہوئے ہیں۔

وبكثرة طرقه يصحح: یعنی اگر حدیث حسن لذاتہ متعدد طرق سے (متعدد سندوں سے) آجائے تو اس کا درجہ حسن لذاتہ سے ترقی کر کے مرتبہ صحیح کو پہنچ جائے گا

وانما يحكم له بالصحة عند تعدد الطرق الخ: یہاں سے مصنف اپنے قول "وبكثرة طرقه يصحح" کی دلیل بیان فرمارہے ہیں کہ حدیث حسن لذاتہ متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن سے ترقی کر کے صحیح کے مرتبہ کو اس لیے پہنچ جاتی ہے کیونکہ صورتِ مجموعہ میں (سندوں کے متعدد ہونے میں) ایسی قوت ہوتی ہے جو اس نقصان کی تلافی کر دیتی ہے جس کی وجہ سے حسن کے راوی کا ضبط صحیح کے راوی کے مقابلہ میں کم ہوا تھا یعنی حسن کا راوی جو خفیف الضبط تھا اس سند کے متعدد طرق سے منقول ہونے کی وجہ سے اس کے ضبط کی کمی پوری ہو جائے گی اور وہ حدیث حسن لذاتہ سے صحیح لغیرہ بن جائے گی۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص/۳۹)

سوال (۱۷) نخبۃ الفکر: ص/۳۳

عبارت باعراب: فَاِنْ جُمِعَا اَیِ الصَّحِیْحُ وَالْحَسَنُ فِیْ وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمِذِیِّ وَغَیْرِهٖ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ فَلِلتَّرَدُّدِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِی النَّاقِلِ وَهٰذَا یَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَایَةِ وَغَایَةُ مَا فِیْهِ اَنَّهٗ حُذِفَ مِنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ وَاِلَّا اَیْ اِذَا لَمْ یَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاِطْلَاقُ الْوَصْفَیْنِ مَعًا عَلَی الْحَدِیْثِ یَكُوْنُ بِاِعْتِبَارِ الْاِسْنَادَیْنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) حسن صحیح کہنے پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے پہلے اس کو تحریر کریں پھر اس عبارت میں اس کا جواب دیا گیا ہے آپ جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور اگر ایک ہی حدیث کے وصف میں دونوں کو یعنی صحیح اور حسن کو جمع کر دیا جائے جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ کا قول حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ تو یہ راوی کے سلسلہ میں

مجتہد کو تردد ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ جواب اس جگہ ہے جہاں راوی اس روایت میں منفرد ہو اور (اس جواب میں) زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ حرف تردد درمیان سے حذف کر دیا گیا ہے ورنہ یعنی جب راوی روایت میں منفرد نہ ہو (سند ایک نہ ہو بلکہ روایت ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہو) تو ایک حدیث پر ایک ساتھ دو وصفوں کا بولنا دو سندوں کے اعتبار سے ہوگا۔

(ب) **حسن صحیح کہنے پر اعتراض**: اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں متعدد جگہ فرماتے ہیں حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ حالانکہ حسن کے راوی کا ضبط ناقص اور صحیح کے راوی کا ضبط تام ہوتا ہے تو دونوں وصفوں یعنی حسن اور صحیح کو جمع کرنے میں اسی نقصانِ ضبط کا اثبات اور اسی کی نفی لازم آتی ہے بایں طور کہ حَسَنٌ کہہ کر نقصانِ ضبط کو ثابت کرنا ہے اور اس کے آگے صَحِیْحٌ کہہ کر اسی نقصانِ ضبط کی نفی کرنا ہے اور یہ چونکہ اجتماعِ ضدین ہے اس لیے محال ہے۔

جوابِ اعتراض: اس اعتراض کے مختلف لوگوں نے مختلف جوابات دیئے ہیں: حافظ ابن حجرؒ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث کو حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہا گیا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کی سند ایک ہوگی یا زیادہ۔

اگر سند ایک ہو تو حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل اور ناقدین رجال کو اس حدیث کے راوی کے سلسلہ میں تردد ہے کہ آیا اس میں ضبط کامل ہے کہ اس کی حدیث کو صحیح کہا جائے یا ناقص ہے کہ اس کی حدیث کو حسن کہا جائے اور اس صورت میں حرف اَوْ محذوف ہوگا اور اصل عبارت حَدِیْثٌ حَسَنٌ اَوْ صَحِیْحٌ ہوگی کیونکہ درمیان کلام سے "وَ" اور "اَوْ" کا حذف کرنا شائع وذائع ہے اس لیے یہاں سے بھی حذف کر دیا گیا۔

اور اگر سند ایک سے زیادہ ہو تو اس کو حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہنا مختلف سندوں کے اعتبار سے ہے کہ ایک سند سے وہ حدیث حسن کے درجہ کو پہنچی تو اس کو حسن اور دوسری سند کے

اعتبار سے وہ حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچی اس لیے صحیح کہا گیا اور اس صورت میں حرف "واو" درمیان سے حذف ہوگا۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۳۰۰، نزہۃ النظر: ص/۴۰، ۴۱)

سوال (۱۸) عبارت باعراب: نخبۃ الفکر: ص/۳۵

فَإِنْ قِيلَ قَدْ صَرَّحَ التِّرْمِذِيُّ بِأَنَّ شَرْطَ الْحَسَنِ أَنْ يُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ فَكَيْفَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَالْجَوَابُ أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يُعَرِّفِ الْحَسَنَ مُطْلَقًا وَ إِنَّمَا عَرَّفَ بِنَوْعٍ خَاصٍّ مِّنْهُ وَقَعَ فِيْ كِتَابِهٖ وَ هُوَ مَا يَقُوْلُ فِيْهِ حَسَنٌ مِّنْ غَيْرِ صِفَةٍ أُخْرٰى.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) مذکورہ اعتراض و جواب کی وضاحت کرتے ہوئے مطلب لکھیں (ج) حسن لذاتہٖ و حسن لغیرہٖ کی تعریف کیجیے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذیؒ نے تصریح کی ہے کہ حسن ہونے کے لیے شرط ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہونا ہے تو بعض احادیث میں حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ کیسے کہتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے مطلق حسن کی تعریف نہیں کی ہے، بلکہ انھوں نے اپنی کتاب میں واقع ایک خاص نوع کی تعریف کی ہے، اور وہ نوع وہ ہے جہاں صرف حسن کہتے ہیں دوسری کسی صفت کے بغیر۔

(ب) جمہور محدثین نے حسن کی جو تعریف ذکر کی ہے اس میں اور غریب میں منافات نہیں ہے، دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث کی سند اگر ایک ہو تو اس کو غریب کہیں گے اور اس میں حسن کی پانچوں شرائط پائی جائیں تو وہ حسن بھی ہوگی، لیکن امام ترمذیؒ پر اشکال ہوتا ہے اس لیے کہ انہوں نے جمہور سے ہٹ کر حسن کی تعریف کی ہے، اور اس میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہو تو امام ترمذیؒ کے حسن اور غریب میں منافات ہے، دونوں جمع نہیں

ہو سکتے، کیوں کہ حسن کے لیے ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہونا ضروری ہے اور غریب کے لیے ایک ہی سند ہونا ضروری ہے۔ امام ترمذیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوىٰ وَلَا يَكُوْنُ رَاوِيْهِ مُتَّهَمًا بِالْكَذِبِ وَ يُرْوىٰ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوَ ذٰلِكَ وَلَا يَكُوْنُ شَاذًّا فَهُوَ عِنْدَنَا حَسَنٌ

(ترمذی شریف)

ترجمہ: ہر وہ حدیث جس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو، حدیث ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہو، حال یہ کہ دوسرا راوی بھی متہم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث شاذ نہ ہو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں سات طرح کا حکم لگاتے ہیں (۱) حسن (۲) صحیح (۳) غریب (۴) حسن صحیح (۵) حسن غریب (۶) صحیح غریب (۷) حسن صحیح غریب۔

تو امام ترمذیؒ نے جو تعریف ذکر کی ہے وہ صرف پہلی قسم کی ہے، یعنی جہاں صرف حسن بولتے ہیں اس کے ساتھ کوئی دوسری صفت نہیں لگاتے، بقیہ جو اقسام ذکر کی ہیں ان کی تعریف نہیں کی ہے، لہٰذا حسن کو غریب کے ساتھ ملا کر بولنے میں حسن کی وہی تعریف مراد ہوگی جو کہ جمہور نے کی ہے اور جب صرف حسن بولیں گے تو وہ تعریف مراد ہوگی جو امام ترمذیؒ نے خود ذکر کی ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ خود انہوں نے تحریر فرمایا ہے، وَمَا قُلْنَا فِيْ كِتَابِنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا حُسْنَ إِسْنَادِهِ عِنْدَنَا پھر تعریف ذکر کرنے کے بعد فرمایا فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، اس عبارت میں حَدِيْثٌ حَسَنٌ اور عِنْدَنَا کے لفظ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جو تعریف ذکر کی ہے وہ صرف اس صورت کی ہے جہاں صرف حسن کہتے ہیں۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص ۴۱/)

سوال (۱۹) عبارت با عراب: نخبۃ الفکر: ص ۴۰/

وَ إِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضَّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ

الْمَعْرُوْفُ وَ مُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ الزَّيَّاتِ الْمُقْرِئُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَ اٰتَى الزَّكَاةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ وَ صَامَ وَ قَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ لِأَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مَوْقُوْفًا وَ هُوَ الْمَعْرُوْفُ وَ عُرِفَ بِهٰذَا أَنَّ بَيْنَ الشَّاذِّ وَ الْمُنْكَرِ عُمُوْمًا وَ خُصُوْصًا مِنْ وَجْهٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) مصنفؒ کی عبارت کی روشنی میں معروف اور منکر کی تعریف کریں، اور دونوں کو مثال سے سمجھائیں (ج) شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت کو بطرزِ مصنفؒ سمجھائیں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور اگر مخالفت صاحبِ ضعف کے ساتھ واقع ہو تو راجح کو معروف اور اس کے مقابل (مرجوح) کو منکر کہا جاتا ہے، دونوں کی مثال وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب کی سند سے روایت کیا ہے جو کہ قاری حمزہ بن حبیب زیات کے بھائی ہیں، انہوں نے ابو اسحاق سبیعی سے، انھوں نے عیزار بن حُریث سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، بیت اللہ کا حج کرے، روزہ رکھے اور مہمانوں کی ضیافت کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر: ۱۲/ ۱۳۶)

ابوحاتمؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے، اس لیے کہ دوسرے ثقہ رُوات نے اس کو ابواسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے اور یہی معروف ہے، اور اسی مذکورہ بات سے معلوم ہوا کہ شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

(ب) یعنی اگر کسی حدیث کو روایت کرنے میں ضعیف سے ثقہ کا اختلاف ہو جائے ضعیف ایک طرح روایت کرے اور ثقہ دوسری طرح، خواہ یہ اختلاف سند کے اندر ہو یا متن کے اندر، اور زیادتی کے اندر ہو یا نقصان کے اندر تو ضعیف کی روایت کو جو کہ (مرجوح) ہے منکر کہتے ہیں، اور ثقہ کی روایت کو جو کہ راجح ہے معروف کہتے ہیں، ان دونوں کی مثال یہ حدیث ہے۔ (حبیب بن احبیب الخ) جو کہ سوال میں مذکور ہے، اس حدیث میں حبیب بن حبیب ضعیف راوی ہے انہوں نے اس حدیث کو ابواسحاق سے مرفوعا روایت کیا ہے، مگر ابواسحاق کے دوسرے شاگرد جو کہ ثقہ ہیں اس کو ابن عباسؓ پر موقوفا روایت کرتے ہیں، اس پر امام ابوحاتمؒ نے فرمایا کہ حبیب بن حبیب کی حدیث جو کہ مرفوعا مروی ہے منکر ہے، کیوں کہ دوسرے لوگوں نے جو کہ ثقہ ہیں، اس کو موقوفاً روایت کیا ہے، لہٰذا موقوف روایت معروف ہے۔ (علل الحدیث ۲/۱۸۲)

(ج) شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیوں کہ مخالفتِ راوی دونوں میں شرط ہے، لہٰذا مخالفت کے مفہوم میں دونوں جمع ہو جائیں گے اور شاذ میں راوی کا ثقہ یا صدوق ہونا ضروری ہے اور منکر میں راوی کا ضعیف ہونا ضروری ہے، لہٰذا مذکورہ مفہوم میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ (بہجۃ النظر مع نزہۃ النظر: ص ۴۸)

سوال: (۲۰) نخبۃ الفکر: ص/ ۴۳

عبارت باعراب: اِعْلَمْ اَنَّ تَتَبُّعَ الطُّرُقِ مِنَ الْجَوَامِعِ وَالْمَسَانِيْدِ وَالْاَجْزَاءِ لِذٰلِکَ الْحَدِيْثِ الَّذِیْ يُظَنُّ اَنَّهُ فَرْدٌ لِيُعْلَمَ هَلْ لَهُ مُتَابِعٌ اَمْ لَا هُوَ الْاِعْتِبَارُ وَقَوْلُ ابْنِ الصَّلَاحِ مَعْرِفَةُ الْاِعْتِبَارِ وَالْمُتَابَعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ قَدْ يُوْهِمُ اَنَّ الْاِعْتِبَارَ قَسِيْمٌ لَهُمَا وَلَيْسَ كَذٰلِکَ بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ اِلَيْهِمَا.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) جامع مسند، جزء، متابع، شاہد، اور قسیم کی اصطلاحی مرادی تعریف کیجئے (ج) عبارت کا مطلب اور حافظ ابن الصلاح پر

کئے گئے اعتراض کی تشریح کیجئے (د) "بل هو هيئة التوصل" کی مراد سمجھائیے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: جان لو کہ جوامع مسانید اور اجزاء سے سندوں کو تلاش کرنا اس حدیث کے لیے جس کے فرد ہونے کا گمان ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا متابع ہے یا نہیں؟ یہی اعتبار ہے اور حافظ ابن الصلاح کے اس قول "مَعْرِفَةُ الْإِعْتِبَارِ وَالْمُتَابَعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ" سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اعتبار ان دونوں کی قسیم ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو ان دونوں تک پہنچنے کی صورت ہے۔

(ب) **جامع، مسند، جزء، متابع، شاھد،**

قسیم کی اصلاحی مرادی تعریف:

جامع: وہ کتاب ہے جس میں آٹھ فنون ہوں۔ (۱) سیر (۲) آداب (۳) تفسیر (۴) عقائد (۵) فتن (۶) احکام (۷) اشراطِ ساعت (۸) مناقب۔

مسند: وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات علاحدہ ذکر کی گئی ہو صحابی کی ترتیب خواہ حروفِ تہجی پر ہو یا افضلیت پر یا سابقیت فی الاسلام پر۔

جزء: وہ کتاب ہے جس میں ایک صحابی کی تمام مرویات کو جمع کر دیا گیا ہو یا کسی ایک موضوع سے متعلق تمام حدیثوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔

متابع: وہ راوی ہے جو فردِ نسبی کے راوی کے موافق روایت کرے لفظ اور معنی دونوں میں یا صرف معنی میں۔ درآں حالیکہ دونوں کا صحابی ایک ہو۔

شاھد: وہ متنِ حدیث ہے جو فردِ نسبی کے لفظ اور معنی دونوں میں یا صرف معنی میں موافق ہو۔ درآں حالیکہ دونوں کا صحابی علاحدہ علاحدہ ہو۔

قسیم: وہ چیز جو کسی چیز کے مقابل ہو اور اس چیز کے ساتھ امر کلی کے تحت داخل ہو جیسے اسم یہ فعل اور حرف کا مقابل ہے اور ان کے ساتھ کلمہ کے تحت داخل ہے۔

(ج) **عبارت کا مطلب:** اعلم ان تتبع الطرق الخ: یہاں سے

مصنفؒ اعتبار کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کسی حدیث کے متعلق یہ گمان ہو کہ وہ حدیث فرد ہے تو مختلف کتب حدیث مثلاً جوامع مسانید اجزاء وغیرہ میں اس کی دوسری سندوں یا اس کے ہم معنیٰ دوسری حدیثوں کو اس غرض سے تلاش کرنا کہ اس حدیث فرد کا کوئی متابع یا شاہد ہے یا نہیں معلوم ہو جائے اسی تتبع و تلاش اور تحقیق کا نام اعتبار ہے۔ گویا کہ عملِ اعتبار ہی کے ذریعہ متابعات و شواہد تک پہنچا جاتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح پر کئے گئے اعتراض کی تشریح:

حافظ ابن الصلاحؒ نے اپنی کتاب میں یہ عنوان قائم کیا ہے "مَعْرِفَةُ الْإِعْتِبَارِ وَالْمُتَابَعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ" مصنفؒ کی جانب سے اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ یہ عبارت ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اعتبار متابعات اور شواہد کی قسیم و مقابل ہے حالانکہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ اعتبار کے ذریعہ تو متابعات و شواہد تک پہنچا جاتا ہے چنانچہ اعتبار ان دونوں تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہوا نہ کہ مقابل وقسیم۔ اور اس وہم کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن الصلاح نے اعتبار کو متابع اور شواہد کے ساتھ بطریقِ عطف ذکر کیا ہے۔ اور وہ دونوں یعنی متابع اور شواہد آپس میں قسیم ہیں تو یہ وہم ہوا کہ اعتبار بھی ان دونوں کی قسیم ہے لہٰذا اس وہم کو دور کرنے کے لیے عبارت اس طرح ہونی چاہئے "مَعْرِفَةُ الْإِعْتِبَارِ لِلْمُتَابَعَاتِ وَالشَّوَاهِدِ۔

(د) بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ" کی مراد:

یعنی اعتبار شواہد اور متابعات تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے کیونکہ اعتبار کا مقصد ہی متابعات اور شواہد کو معلوم کرنا ہے۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص/۴۴، شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۳۵۶، ۳۵۸)

سوال: (۲۱) نخبۃ الفکر: ص/۴۴

عبارت باعراب: ثُمَّ الْمَقْبُوْلُ اِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ فَهُوَ الْمُحْكَمُ وَاِنْ عُوْرِضَ فَاِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى

بمختلف الحديث ومثل له ابن الصلاح بحديث لا عدوى
ولا طيرة مع حديث فر من المجذوم فرارك من الأسد
وكلاهما في الصحيح وظاهرهما التعارض.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض کو واضح کیجئے نیز بتائیے کہ ابن الصلاح نے دونوں حدیثوں کے درمیان کس طرح تطبیق دی ہے (ج) حدیث محکم مختلف نسخ کے لغوی واصطلاحی معنی اور ناسخ ومنسوخ کی تعریف بیان کیجئے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: پھر مقبول اگر وہ مخالفت سے محفوظ ہو تو وہ محکم ہے اور اگر (دوسری حدیث) سے اس کا معارضہ ہو تو اگر دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو تو یہی وہ قسم ہے جس کا نام مختلف الحدیث ہے اور حافظ ابن الصلاح نے حدیث "لَاعَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ کو حدیث فِرَّ مِنَ المَجذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ" کے ساتھ مُختَلِفُ الحَدِیْثِ کی مثال میں پیش کیا ہے اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور دونوں کا (مدلول) ظاہری باہم متعارض ہے۔

(ب) **مطلب:** ثم المقبولُ ان سلم من المعارضة الخ: یہاں سے مصنفؒ حدیثِ مقبول کی تقسیم فرما رہے ہیں کہ حدیثِ مقبول اگر معارضہ سے محفوظ ہو یعنی کوئی دوسری حدیث اس کے مخالف نہ ہو تو وہ حدیثِ محکم ہے اور اگر کوئی دوسری حدیث اس کے معارض ہو اور دونوں حدیثوں کے درمیان تعارض ہو جائے تو اب اس کی معارض حدیث یا تو اسی کی طرح مقبول ہوگی یا مردود ہوگی اگر معارض حدیث مردود ہو تو وہ حدیثِ مردود اس حدیثِ مقبول میں اثر انداز نہیں ہوگی اس لیے کہ قوی میں ضعیف کی مخالفت مؤثر نہیں ہوتی اور اگر اس کی معارض اسی کی طرح مقبول ہو تو یا تو بے جا تکلف کے بغیر دونوں کے مفہوموں میں تطبیق ممکن ہوگی یا نہیں ہوگی اگر تطبیق ممکن ہے تو اسی حدیث کو مختلف الحدیث سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وضاحتِ تعارض: دونوں حدیثوں کے مابین تعارض اس طرح ہے کہ حدیث ''لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ'' (اخرجہ البخاری، فتح الباری: ج ۱۰/ص ۱۵۸) کے پہلے جملے ''لا عدوی'' کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور دوسرے جملے ''وَلَا طِیَرَةَ'' کا مطلب یہ ہوا کہ بدفالی لینا باطل ہے اور دوسری حدیث ''فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ'' (اخرجہ البخاری فتح الباری: ۱۰/۱۳۴ کتاب الطب) میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ جس شخص کو کوڑھ مرض لاحق ہو جائے اس سے اسی طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو اگر ذرا غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ دوسری حدیث اور پہلی حدیث کے جملۂ اولیٰ کے مضمون کے درمیان بظاہر تعارض ہے اس لیے کہ دوسری حدیث میں کوڑھ کے مرض سے بھاگنے کا تاکیدی حکم فرمایا گیا ہے اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ کہیں کوڑھ دوسرے میں بھی متعدی نہ ہو جائے اور پہلی حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ مرض متعدی نہیں ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح کی تطبیق: مذکورہ دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لیے حافظ ابن الصلاح نے یہ تطبیق ذکر کی ہے کہ پہلی حدیث ''لا عدوی ولا طیرة'' میں مرض کے بالذات وبالطبع متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ، برص وغیرہ بالذات متعدی ہوتے ہیں لہٰذا اس حدیث میں اسی عقیدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے اور دوسری حدیث ''فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ الخ'' میں کوڑھی سے بھاگنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ وغیرہ میں اختلاط مرض کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض امراض کے مریض ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اختلاط پایا جاتا ہے اور تعدیہ نہیں ہوتا جیسے پانی پینا سیرابی کا اور کھانا کھانا شکم

سیری کا سبب ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے باوجود سیرابی اور شکم سیری نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ تعدیہ کا سبب یعنی اختلاط پایا جائے تو مرض متعدی ہو سکتا ہے اسی لیے اس سبب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (علوم الحدیث: ص/۲۸۴، نزہۃ النظر: ص/۵۴)

(ج) حدیث محکم، مختلف، نسخ، ناسخ ومنسوخ میں سے ہر ایک کی تعریف:

حدیثِ محکم: وہ حدیثِ مقبول ہے جس کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہو۔

حدیث مختلف: وہ مقبول حدیثیں ہیں جن کا مدلول بظاہر متعارض ہو اور ان میں تطبیق ممکن ہو۔

نسخ کی لغوی تعریف: لغت میں نسخ کے دو معنی آتے ہیں: (۱) زائل کرنا، مٹانا جیسے ''نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ '' سورج نے سایہ کو زائل کردیا۔ (۲) منتقل کرنا جیسے ''نَسَخْتُ الْكِتَابَ '' میں نے کتاب کو نقل کیا۔

نسخ کی اصطلاحی تعریف: مکلفین کے افعال سے کسی حکم شرعی کے تعلق کو کسی ایسی دلیلِ شرعی کے ذریعہ ختم کرنا جو اس سے مؤخر ہو۔

حدیث ناسخ: ہر وہ حدیث مقبول ہے جو افعالِ مکلفین سے سابق حکم شرعی کے ختم کرنے پر دلالت کرے۔

حدیثِ منسوخ: ہر وہ حدیثِ مقبول ہے جس کے حکم شرعی کے تعلق کو دوسری مؤخر دلیلِ شرعی کے ذریعہ ختم کیا گیا ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۳۷۶، ۳۷۷)

سوال: ۲۲ نخبۃ الفکر: ص/ ۴۶ بلغ شدہ

عبارت باعراب: وَإِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُوْ إِمَّا أَنْ يُعْرَفَ التَّارِيْخُ أَوْلَا فَإِنْ عُرِفَ وَثَبَتَ الْمُتَأَخِّرُ بِهِ أَوْ أَصْرَحَ مِنْهُ فَهُوَ النَّاسِخُ وَالْآخَرُ الْمَنْسُوْخُ وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ

شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُتَاخِرٍ عَنْهُ وَالنَّاسِخُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهُ نَاسِخًا مَجَازٌ لِاَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھئے (ب) بتائیے کہ تعارضِ احادیث کی صورت میں نسخ کا طریقہ کب اختیار کیا جائے گا (ج) نسخ و ناسخ کی اصطلاحی تعریف لکھ کر بتائیں کہ نسخ کا علم کن امور کے ذریعہ ہوسکتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مثال بھی تحریر کیجئے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور اگر جمع کرنا (دو متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن نہ ہو تو وہ (دو حال سے خالی نہیں) یا تو تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں اگر تاریخ معلوم ہو جائے اور تاریخ یا اس سے بھی زیادہ صریح کسی چیز کے ذریعہ مؤخر کا ثبوت ہو جائے تو وہ ناسخ ہے اور دوسرا منسوخ ہے اور نسخ: کسی حکم شرعی کے تعلق کو ایسی دلیلِ شرعی کے ذریعہ ختم کرنا جو اس سے مؤخر ہو اور ناسخ وہ چیز ہے جو رفعِ مذکور پر دلالت کرے اور اس کو ناسخ کہنا مجازاً ہے کیونکہ در حقیقت ناسخ تو اللہ تعالیٰ ہے۔

مطلب: یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کے معارض ہو رہی ہے اور دونوں حدیثوں میں اعتدال کے ساتھ تطبیق دینا ممکن نہ ہو تو اس کی دو حالتیں ہوں گی (۱) یا تو تاریخ یا اس سے بھی زیادہ صریح کسی چیز کے ذریعہ مثلاً نص اور قولِ صحابی وغیرہ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث مقدم ہے اور یہ مؤخر ہے۔ (۲) کسی بھی طرح مقدم و مؤخر حدیث کا علم نہ ہو اگر تاریخ یا اس سے زیادہ صریح چیز کے ذریعہ معلوم ہو جائے کہ یہ مقدم ہے اور یہ مؤخر تو مقدم منسوخ اور مؤخر ناسخ ہوگی۔

والنسخ رفع تعلق الخ: مصنفؒ اس عبارت کے ذریعہ نسخ کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ نسخ کہتے ہیں (مکلف بندوں کے افعال سے) کسی حکم شرعی کے تعلق کو ایسی دلیل شرعی کے ذریعہ ختم کرنا جو دلیل اس حکم شرعی سے مؤخر ہو۔

والناسخ: یہاں سے مصنفؒ ناسخ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ ناسخ ہر وہ حدیث مقبول ہے جو مکلّف بندوں کے افعال سے سابق حکمِ شرعی کے ختم کرنے پر دلالت کرے۔

وتسمیته ناسخا: فرماتے ہیں کہ ہم نے اوپر جو ناسخ کہا ہے اس حدیث مقبول کو ناسخ کہنا مجازاً ہے حقیقتاً نہیں ہے کیوں کہ یہ چیزیں درحقیقت نسخ پر دلالت کرتی ہیں اور فی الواقع ناسخ تو ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

(ب) تعارض احادیث کی صورت میں نسخ کا طریقہ اس وقت اختیار کیا جائے گا جب کہ احادیث کے مابین تطبیق دینا ممکن نہ ہو۔

(ج) نسخ وناسخ دونوں میں سے ہر ایک کی تعریف مطلب میں گذر چکی ہے۔ فلیراجع الیہ (نزہۃ النظر: ص/۴۶)

نسخ کا علم علم کن امور کے ذریعہ ہوتا ہے مع مثال:

نسخ کا علم چار چیزوں کے ذریعہ ہوتا ہے (۱) سب سے صریح تو یہ ہے کہ خود شارع یعنی آپ ﷺ کسی چیز سے منع کرنے کے بعد اس کی اجازت مرحمت فرما دیں جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ" (صحیح مسلم: ۲/۲/۶۷) زیارتِ قبور سے منع کرنے کے بعد اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس کی جازت مرحمت فرمادی۔

(۲) کسی چیز کے متعلق صحابی یقین کے ساتھ کہے کہ یہ مؤخر ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول ہے "كَانَ آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَرْكَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ" (ابوداؤد: ۱/۳۳) آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد وضو کرنے اور نہ کرنے میں آپ ﷺ کا عمل مختلف رہا ہے کبھی آپ ﷺ نے وضو کیا اور کبھی نہیں کیا لیکن حضرت جابرؓ یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا آخری عمل ترکِ وضو ہے لہٰذا یہ عمل پہلے عمل کے لیے دلیلِ نسخ ہوگا۔

(۳) تاریخ کے ذریعہ نسخ کا علم ہو جیسے حضرت شداد بن اوسؓ کی حدیث " اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ " اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ختم ہو جاتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث " اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وسلَّم وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِم " (اخرجہ البخاری، فتح الباری: ۱۰ ص/۱۴۹) سے پتہ چلتا ہے کہ پچھنا لگوانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا دونوں حدیثوں میں تعارض ظاہر ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شدادؓ کی حدیث ابن عباسؓ کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت شدادؓ کی حدیث فتح مکہ ۸ھ کی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث حجۃ الوداع ۱۰ھ کی ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/ ۳۸۰، ۳۸۱)

(۴) نسخ کا علم اجماع کے ذریعہ ہو جیسے حضرت جابرؓ کی حدیث " كُنَّا حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلَّم فَكُنَّا نُلَبِّيْ عَنِ النِّسَاءِ وَنَرْمِيْ عَنِ الصِّبْيَانِ " امام ترمذیؒ نے فرمایا اہلِ علم کا اجماع ہے کہ مرد عورتوں کی طرف سے تلبیہ نہیں کہیں گے اس اجماع کی دلالت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث منسوخ ہے۔ (نزہۃ النظر: ص/۴۶)

سوال: ۲۳ نخبۃ الفکر: ص/ ۴۸

عبارت باعراب: ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ وَمُوْجِبُ الرَّدِّ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لِسَقْطٍ مِنْ اِسْنَادٍ اَوْ طَعْنٍ فِيْ رَاوٍ عَلٰى اِخْتِلَافِ وُجُوْهِ الطَّعْنِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِاَمْرٍ يَرْجِعُ اِلٰى دِيَانَةِ الرَّاوِيْ اَوْ اِلٰى ضَبْطِهٖ فَالسَّقْطُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَّبَادِي السَّنَدِ مِنْ تَصَرُّفِ مُصَنِّفٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِهٖ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُرْسَلُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) عبارت کی وضاحت کیجئے (ج) معلق ومرسل کی تعریفات مع مثال تحریر کیجئے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پھر مردود اور رد کا مقتضی یا تو سند کا سقوط ہوگا یا راوی پر جرح درآں حالیکہ وجوہِ طعن مختلف ہیں عام ہے اس بات سے کہ وہ (جرح) کسی ایسی چیز کی وجہ سے ہو جس کا تعلق راوی کی دیانت سے ہو یا راوی کے ضبط سے پھر سقوطِ (راوی) یا تو کسی مصنف کے تصرف کرنے کی وجہ سے ابتدائے سند سے ہوگا یا آخر سند سے تو پہلا معلق ہے اور دوسرا مرسل۔

(ب) **عبارت کی وضاحت**: جب مصنفؒ خبر واحد کی پہلی قسم خبر مقبول کے بیان سے فارغ ہوئے تو اس کی دوسری قسم یعنی خبر مردود کو بیان کرنا شروع کیا فرماتے ہیں کہ مجموعی طور پر حدیث کو رد کرنے کے دو اسباب ہیں:

(ا) سند سے راوی کا حذف ہونا (۲) راوی کا مجروح ہونا، جرح کی چاہے کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو چاہے وہ وجہ راوی کی دیانت سے متعلق ہو یا اس کے ضبط سے۔ پھر اگر پہلا سبب پایا جائے یعنی سند سے راوی حذف ہو تو راوی کے حذف ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کتاب کے مصنف نے ابتداءِ سند سے راوی کو حذف کردیا ہو یا انتہاءِ سند سے اگر ابتداءِ سند سے راوی حذف ہے تو اس کو معلق کہیں گے اور اگر انتہاءِ سند سے راوی ساقط ہو تو اس کو مرسل کہیں گے۔

(ج) **حدیثِ معلق کی تعریف مع مثال**: معلق وہ حدیثِ مردود ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کردیا گیا ہو یعنی کسی مصنفِ کتاب نے ابتدائے سند سے ایک یا چند روات کو حذف کردیا ہو خواہ تمام سند حذف کردی ہو اور اس طرح بیان کیا ہو "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" یا صحابی کے علاوہ تمام سند حذف کردے اور یوں کہے "عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کذا" یا صحابی اور تابعی کے علاوہ تمام سند حذف کردے مثلاً یوں کہے "عن علقمۃ عن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کذا" یا مصنف اپنے اس شیخ جس سے حدیث سنی ہے اس کو حذف کردے اور اوپر والے کی طرف اس حدیث

کی نسبت کردے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اوپر والا شخص مصنف کا براہِ راست استاذ نہ ہو۔(شرح شرح نخبۃ الفکر:ص۳۹۷)

حدیثِ مرسل کی تعریف مع مثال: مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو اور تابعی حدیث کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردے خواہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے رتبے کا اور یوں کہے "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ کَذَا" یا "فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَذَا" یا "فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ کذا" یا "اَمَرَ رسولُ اللّٰہِ کَذَا" یا "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَذَا" (شرح شرح نخبة الفكر: ص/ ۳۹۹ ونزهة النظر: ص/ ۴۸)

سوال:۲۴ نخبۃ الفکر:ص/۵۰

عبارت باعراب: وَالثَّانِیْ وَھُوَ مَا سَقَطَ عِنْ اٰخِرِہٖ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِیِّ ھُوَ الْمُرْسَلُ وَصُوْرَتُہٗ اَنْ یَّقُوْلَ التَّابِعِیُّ سَوَاءٌ کَانَ کَبِیْراً اَوْصَغِیْراً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کَذَا اَوْ فَعَلَ کَذَا اَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ کَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِکَ وَاِنَّمَا ذُکِرَ فِیْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَھْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِاَنَّہٗ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ صَحَابِیًّا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ تَابِعِیًّا وَعَلَی الثَّانِیْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ ضَعِیْفًا وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ ثِقَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، مطلب لکھئے (ب) حدیثِ مرسل کی تعریف اور اس کی مثال تحریر کیجئے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: اور دوسری قسم مرسل ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی حذف ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا یہ کہے "قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کَذَا" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا کہا) یا فعل کذا (کہ آپ نے ایسا کیا) یا "فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ کَذَا" (کہ آپ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا) یا ان جیسے الفاظ اور مرسل کو محذوف کے حال کے مجہول ہونے کی وجہ سے مردود کی قسم میں ذکر کیا گیا اس لیے کہ وہ (مجہول راوی) صحابی ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور تابعی ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے اور دوسری صورت میں (تابعی ہونے کی صورت میں) ضعیف ہونے کا احتمال ہے اور ثقہ ہونے کا بھی احتمال ہے۔

مطلب :والثانی وھو ماسقط عن اٰخرہ الخ: یہاں سے مصنفؒ سقوطِ راوی کے اعتبار سے مردود کی دوسری قسم مرسل کو بیان فرما رہے ہیں کہ حدیث مرسل وہ ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو اور تابعی نے حدیث کی نسبت براہِ راست آپ ﷺ کی طرف کردی ہو مثلاً تابعی کہے "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم کَذَا" یا "فَعَلَ کَذَا" یا "فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کَذَا" یا آپ ﷺ ایسے تھے یا آپ ﷺ نے یہ حکم دیا وغیرہ (اس صورت میں تابعی کے بعد صحابی محذوف ہے اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہے) خواہ یہ تابعی (جنہوں نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی ہے) بڑے رتبے کے ہو یا چھوٹے رتبے کے۔

وانما ذکر فی قسم المردود: یہاں سے مصنفؒ حدیثِ مرسل کو مردود کی قسم میں بیان کرنے کی وجہ بتلا رہے ہیں فرماتے ہیں مرسل کو مردود کے اقسام میں اس لیے شمار کیا گیا کیونکہ اس میں تابعی کے بعد راوی حذف ہوتا ہے اور جرح وتعدیل کے اعتبار سے اس محذوف کی حالت معلوم نہیں اس لیے کہ جہاں یہ احتمال ہے کہ محذوف صحابی ہوگا وہیں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ تابعی ہو اور اگر محذوف تابعی ہو تو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ثقہ ہو اور اگر وہ تابعی ثقہ ہو تو اس میں بھی دو احتمال ہے کہ اس نے کسی صحابی سے سنا ہوگا یا کسی دوسرے تابعی سے سنا ہو

دوسری صورت میں پھر اس تابعی کے ثقہ وضعیف ہونے کا مسئلہ سامنے آئے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص۴۰۴)

مرسل کی تعریف مع مثال: مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہو خواہ وہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے رتبے کا جیسے "عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّى اللّٰهُ عليه وسلّم نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ" (نزہۃ النظر: ص۵۹)

سوال: (۲۵) نخبۃ الفکر: ص/۵۱

عبارت باعراب: وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ اِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِداً مَعَ التَّوَالِيْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّا بِاَنْ كَانَ السَّقْطُ اِثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضَعَيْنِ مَثَلاً فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَكَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ اِثْنَيْنِ لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدْمِ التَّوَالِيْ.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کریں (ب) معضل و منقطع کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی تعریف کریں (ج) منقطع کی تمام صورتوں کی وضاحت کیجئے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: سند سے سقوط کی تیسری قسم (میں) اگر دو یا زیادہ کا سقوط مسلسل ہو تو وہ معضل ہے اور اگر اس طرح نہ ہو بلکہ دو کا سقوط دو جگہوں سے ہو مثلاً اور مسلسل نہ ہو تو وہ منقطع ہے اور اسی طرح ہی ہے (منقطع ہی ہے) اگر صرف ایک ہی راوی حذف ہو یا دو سے زیادہ حذف ہوں لیکن عدمِ توالی کی شرط کے ساتھ۔

(ب) **معضل کی لغوی تحقیق:** اَعْضَلَ يُعْضِلُ اِعْضَالاً بابِ افعال سے اسم مفعول ہے بمعنی مشکل کرنا۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص۴۱۷)

منقطع کی لغوی تحقیق: اِنْقَطَعَ یَنْقَطِعُ اِنْقِطَاعًا بابِ انفعال سے اسم فاعل ہے بمعنی منقطع کرنا، ختم کرنا۔

معضل کی اصطلاحی تعریف: وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے دو یا زیادہ روات مسلسل حذف ہو گئے ہوں خواہ ابتداء سند سے یا وسط سند سے یا انتہاءِ سند سے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۴۰۹)

منقطع: وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے ایک یا زیادہ روات حذف ہوں مگر مسلسل نہ ہوں خواہ یہ حذف ابتداءِ سند سے ہو یا وسطِ سند سے یا انتہاءِ سند سے۔

منقطع کی تمام صورتوں کی وضاحت

حدیث منقطع کی تین قسمیں ہیں (۱) معلق (۲) معضل (۳) مرسل۔

حدیثِ معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے ابتداء سے ایک یا زیادہ روات حذف ہوں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۳۹۱)

حدیثِ مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے ایک یا زیادہ روات حذف ہوں (یعنی تابعی کے بعد)۔

حدیث معضل: کی تعریف اوپر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: (۲۶) نخبۃ الفکر: ص/۵۳

عبارت باعراب: وَالْفَرْقُ بَیْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِیِّ دَقِیْقٌ یَحْصُلُ تَحْرِیْرُهٗ مَا ذُکِرَهٰهُنَا وَهُوَ اَنَّ التَّدْلِیْسَ یُخْتَصُّ بِمَنْ رَوٰی عَمَّنْ عُرِفَ لِقَاءُهٗ اِیَّاهُ فَاَمَّا اِنْ عَاصَرَهٗ وَلَمْ یُعْرَفْ اَنَّهٗ لَقِیَهٗ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِیُّ وَمَنْ اَدْخَلَ فِیْ تَعْرِیْفِ التَّدْلِیْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَوْ بِغَیْرِ لُقِیٍّ لَزِمَهٗ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِیِّ فِیْ تَعْرِیْفِهٖ وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَیْنَهُمَا۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے (ج) نیز مدلس و مرسل خفی کی تعریف سپرد قرطاس کیجئے؟

(الف) عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

جواب: ترجمہ: مدلس اور مرسل خفی کے درمیان دقیق فرق ہے۔ جس کی توضیح یہاں مذکور بحث سے ہوگی اور وہ یہ کہ تدلیس اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو پھر اگر وہ شخص (مروی عنہ) اس کا (راوی) کا معاصر ہو اور دونوں کے درمیان ملاقات معروف نہ ہو تو یہ مرسل خفی ہے اور جس شخص نے تدلیس کی تعریف میں معاصرت کی قید لگائی ہے اگرچہ وہ بغیر ملاقات کے ہو تو اس شخص پر تدلیس کی تعریف میں مرسلِ خفی کو داخل کرنا لازم آئے گا حالانکہ صحیح دونوں کے (مرسل خفی اور تدلیس) کے درمیان فرق کرنا ہے۔

(ب) **مطلب:** مصنفؒ اس عبارت سے مرسلِ خفی اور مُدَلَّس کے فرق کو بیان کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ تدلیس اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت و معروف ہو۔

اور مرسلِ خفی اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی مروی عنہ کا ہم عصر ہو لیکن دونوں کی ملاقات مشہور و معروف نہ ہو۔

ومن ادخل فی تعریف التدلیس الخ: اس عبارت سے حافظ صاحبؒ ابن صلاح اور ان کے متبعین پر رد فرما رہے ہیں (جنہوں نے اس صورت کو جس میں راوی مروی عنہ کا صرف ہم عصر ہو دونوں میں ملاقات ثابت نہ ہو تدلیس میں داخل کیا ہے) کہ اگر اس صورت کو بھی جس میں راوی مروی عنہ کا صرف معاصر ہو اور دونوں کے درمیان ملاقات ثابت نہ ہو۔ تدلیس کہیں گے تو تدلیس کی تعریف میں مرسلِ خفی بھی داخل ہو جائے گی اور دونوں میں تساوی کی نسبت ہو جائے گی۔ حالانکہ صحیح بات جس کو جمہور نے اختیار کیا ہے دونوں کے درمیان فرق ہے اور تباین کلی کی نسبت ہے۔ (نزہۃ النظر: ص ۶۵)

مُدَلّس کی تعریف: مدلس وہ حدیث مردود ہے جس کی سند میں سقوط خفی ہو اس طور پر کہ راوی اپنے وہ استاذ جس سے یہ حدیث سنی ہے اس کو حذف کر دے اور اس کی نسبت ایسے شخص کی طرف کر دے جس سے راوی کی معاصرت وملاقات ہو مگر مطلق سماع نہ ہو یا سماع بھی ہو مگر اس حدیث کو نہ سنا ہو اور ایسا لفظ استعمال کرے جس سے سماع کا احتمال ہو جیسے ''عن فلان قال فلان'' (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۴۱۷)

مرسل خفی کی تعریف: مرسلِ خفی وہ حدیث مردود ہے جس میں سقوطِ خفی ہو اور سقوط واضح نہ ہو بایں طور کہ راوی اپنے اس شیخ کو جس سے یہ حدیث سنی ہے حذف کر کے ایسے شخص کی طرف نسبت کر دے جو اس کا معاصر تو ہو مگر ملاقات معروف نہ ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۴۲۴)

سوال (۲۷) نخبۃ الفکر: ص/۵۶

عبارت باعراب: اَلْاَوَّلُ هُوَ الطَّعْنُ بِكِذْبِ الرَّاوِیْ فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ هُوَ الْمَوْضُوْعُ وَالْحُكْمُ عَلَیْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِیْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ یَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِیْثِ مَلَكَةٌ قَوِیَّةٌ یُمَیِّزُوْنَ بِهَا ذٰالِكَ۔

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب تحریر کیجئے (ب) بتائیے کہ حدیثِ موضوع کا علم کیسے ہوگا (ج) نیز حدیث موضوع کے روایت کرنے کا حکم بھی لکھئے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پہلی قسم موضوع ہے اور وہ راوی کے حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے جرح ہے اور حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ظن غالب کے ذریعہ ہوتا ہے یقین کے ذریعہ نہیں ہوتا اس لیے کہ جھوٹا بھی کبھی کبھی سچ بول دیتا ہے لیکن محدثین کو ایسا قوی ملکہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ موضوع کو غیرِ موضوع سے ممتاز کر دیتے ہیں۔

مطلب: یہاں سے مصنفؒ اسبابِ طعن میں سے سب سے پہلا سبب بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں پہلی قسم کی جرح پائی جائے یعنی اس حدیث کا راوی حدیثِ نبوی میں جھوٹ بولنے کی وجہ سے مجروح ہو تو ایسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الخ: یہاں سے مصنفؒ دوسری بات بیان فرما رہے ہیں کہ کسی حدیث کو موضوع جو کہا جاتا ہے وہ ظن غالب کی وجہ سے کہا جاتا ہے یقین کے ساتھ کسی بھی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ بات لازم نہیں کہ کسی راوی کا کسی حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت ہوجائے تو اس کی ہر حدیث موضوع اور جھوٹی ہو اس لیے کہ بہت سی مرتبہ جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے اس لیے امکان ہے کہ اس نے صرف ایک ہی حدیث میں جھوٹ بولا ہو بقیہ میں نہ بولا ہو لیکن جب ایک مرتبہ اس کا حدیثِ نبوی میں جھوٹ بولنا ثابت ہوگیا تو ظنِ غالب یہی ہے کہ اس نے بقیہ احادیث میں بھی جھوٹ بولا ہوگا لہٰذا ظنِ غالب کی وجہ سے اس کے احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگادیا گیا۔

لکن لاهل العلم الخ: یہاں سے مصنفؒ تیسری بات بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ رب العزت نے محدثین کو ایسا ملکہ قویہ عطا فرمایا ہے جس کے ذریعہ وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے ممتاز کر دیتے ہیں یا فلاں راوی کی کس حدیث میں جھوٹ ہے اور کس میں جھوٹ نہیں معلوم کر لیتے ہیں۔

(ب) حدیث کے موضوع ہونے کا علم کیسے ہوگا؟ کسی بھی حدیث کے موضوع ہونے کا علم چند قرائن کی بنیاد پر ہوتا ہے حافظ صاحبؒ نے کتاب میں تین قرائن بیان فرمائے ہیں۔

(۱) واضعِ حدیث خود اقرار کرے کہ میں نے اتنی اتنی حدیثیں وضع کی ہیں یا فلاں حدیث وضع کی ہے تو اس کی تمام مرویات موضوع سمجھی جائے گی جیسے ابو عصمہ سے

پوچھا گیا کہ قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کے فضائل عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے تم کیسے بیان کرتے ہو؟ جب کہ عکرمہ کے دوسرے شاگرد بیان نہیں کرتے تو اس نے کہا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآنِ کریم سے اعراض کر کے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور محمد بن اسحٰق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ثواب کی امید پر یہ حدیثیں وضع کر دی۔

(۲) راوی کی حالت ایسی ہو جس سے پتہ چل جائے کہ اس کی حدیث موضوع ہے مثلاً یہ کہ وہ امراء اور بادشاہوں سے تقرب کا بہت زیادہ خواہاں ہو یا اپنی خواہش نفسانی پر چلنے والا ہو جس کی وجہ سے اس مطلب کے حصول کے لیے وضعِ حدیث سے بھی دریغ نہ کرے جیسے مامون بن احمد کے پاس یہ اختلاف چھڑ گیا کہ حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے یا نہیں؟ مامون بن احمد نے کہا سنا ہے اور فوراً آپ ﷺ تک سند متصل گھڑ دی جس میں یہ مذکور تھا کہ راوی نے کہا کہ حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا اور جیسے غیاث بن ابراہیم جب خلیفہ مہدی کے پاس پہنچا تو اس کو کبوتر سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر برجستہ آپ تک سند بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا قول گرامی ہے "لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصْلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ" غیاث نے اس حدیث کے اخیر میں جملہ او جنــاح بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے بڑھا دیا۔
(شرح شرح نخبۃ الفکر: ص ۲۲۰، ۲۲۱)

(۳) مروی کی حالت ایسی ہو جس سے پتہ چل جائے کہ یہ آپ کا فرمان نہیں ہو سکتا مثلاً یہ کہ وہ قرآن کریم کے معارض ہو یا سنتِ متواترہ کے معارض ہو یا اجماع قطعی کے معارض ہو یا عقلِ صریح کے معارض ہو اور کسی بھی صورت میں تاویل کو قبول نہ کرتی ہو۔ عقلِ صریح کے معارض وہ روایت ہے جس کو ابنِ جوزی نے اس سند سے روایت کیا ہے "عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ مَرْفُوْعًا اَنَّ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ طَافَتْ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّتْ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ" (تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۴)

(ج) **حدیثِ موضوع کو روایت کرنے کا حکم**: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث موضوع کو روایت کرنا حرام ہے الا یہ کہ روایت کے موضوع ہونے کو بتلانے کے لیے روایت کرے تو جائز ہے۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر، ص ۶۹)

سوال (۲۸) نخبۃ الفکر: ص/۶۲

عبارت باعراب: وَاَمَّا مُدْرَجُ الْمَتَنِ فَهُوَ اَنْ يَقَعَ فِي الْمَتَنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً يَكُوْنُ فِي اَوَّلِهٖ وَتَارَةً فِي اَثْنَائِهٖ وَتَارَةً فِي اٰخِرِهٖ وَهُوَ الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ يَقَعُ بِعَطْفِ جُمْلَةٍ علٰى جُمْلَةٍ (اَوْ بِدَمْجِ مَّوْقُوْفٍ) مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ اَوْ مَنْ بَعْدَهُمْ (بِمرفُوعٍ) مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلَّمَ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ فَهٰذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتَنِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مدرج المتن کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف کریں (ج) ادراج کا علم کس طرح ہو سکتا ہے (د) ادراج کا کیا حکم ہے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور بہر حال مدرج المتن تو وہ ایسی حدیث ہے جس کے متن کے ساتھ کوئی ایسا کلام واقع ہو جائے جو جنسِ متن سے نہ ہو، پھر کبھی ادراج ابتداءِ متن میں ہوتا ہے اور کبھی درمیانِ متن میں اور کبھی آخرِ متن میں اور اسی کا (تیسری قسم کا) وقوع بکثرت ہوتا ہے اس لیے کہ ادراج ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ملا دینے کی وجہ سے واقع ہوتا ہے (یا موقوف) یعنی صحابہ و تابعین وغیرہ کے کلام کو (مرفوع) یعنی آپؐ کے کلام کے ساتھ بلا فصل ملانے کی وجہ سے پس یہی مدرج المتن ہے۔

(ب) **لغوی تحقیق**: مدرج المتن: اَدْرَجَ يُدْرِجُ اِدْرَاجاً باب افعال سے اسم مفعول ہے بمعنی لپیٹنا، ملانا تو اب مدرج المتن کے معنی ہوئے ایسا متن جس کے ساتھ کوئی دوسرا کلام ملا دیا گیا ہو۔

اصطلاحی تعریف: مدرج المتن: وہ حدیث مردود ہے جس کے متن کے ساتھ کوئی دوسرا کلام ملا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آ رہی ہو دوسرا کلام خواہ صحابی کے اقوال میں سے ہو یا تابعین کے یا کسی اور کے۔

(ج) ادراج کو معلوم کرنے کے مصنف ؒ نے چار طریقے بیان فرمائے ہیں:

(۱) یہی حدیث دوسری سند سے آ جائے جس میں مدرج اور مدرج فیہ کو الگ الگ بیان کر دیا گیا ہو۔

(۲) راوی خود تصریح کر دے کہ اس قدر مدرج ہے۔

(۳) کوئی واقف کار امام تصریح کر دے کہ اس قدر مدرج ہے۔

(۴) مدرج کی ہوئی بات ایسی ہو جس کا زبان رسالت مآب ؐ سے صدور محال ہو۔

(د) ادراج کی تین صورتیں ہیں:

(۱) یا تو ادراج کسی غریب لفظ کی وضاحت کے لیے کرے جیسے امام زہری ؒ کرتے ہیں تو جائز ہے لیکن ادراج کی تصریح کر دینا بہتر ہے۔

(۲) ادراج غلطی سے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ادراج غلطی سے اکثر و بیشتر ہوتا ہو تو اس کے ضبط و اتقان میں فرق پڑے گا۔

(۳) ادراج عمداً کرے تو ناجائز ہے اور مقاصد کے اعتبار سے اس میں شدت وضعف آتا ہے۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص ۷۳،۷۴)

سوال (۲۹) نخبۃ الفکر: ص/۱۷

عبارت باعراب: ثُمَّ الْبِدْعَةُ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ اَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْاَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَقِيْلَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكَذِبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهِ قُبِلَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) بدعتی کی اقسام مع امثلہ تحریر کریں (ج) بدعت اور فسق کی اصطلاحی تعریف اور بدعتی کی حدیث کا حکم مع اختلاف تحریر کریں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: پھر بدعت یا تو باعث کفر ہوگی یا باعث فسق پہلے راوی کی (حدیث کو) جمہور قبول نہیں کرتے اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ اگر اپنی بات کی تائید کے لیے جھوٹ کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو قبول کی جائے گی۔

(ب) بدعت کی دو قسمیں ہیں:

(ا) بدعت مُکَفِّرہ (۲) بدعتِ مُفَسِّقہ۔

بدعتِ مکفرہ کی تعریف مع مثال: بدعت مکفرہ ایسی چیزوں کا اعتقاد رکھنا جو یا تو اجماعاً کفر کو مستلزم ہو جیسے حضرت علیؓ کی ذات میں حق جل مجدہ کے حلول کا عقیدہ اور قربِ قیامت میں ان کے لوٹنے کا اعتقاد یا اختلافاً کفر کو مستلزم ہو جیسے خلقِ قرآن کا اعتقاد اور شیخین کی امامت کا انکار۔

بدعتِ مفسّقہ کی تعریف مع مثال: ایسی چیزوں کا اعتقاد رکھنا جو فسق کو مستلزم ہو جیسے معتزلہ خوارج وغیرہ کے عقائد۔

(ج) بدعت اور فسق کی اصطلاحی تعریف:

بدعت: کسی دلیل باطل کی بنیاد پر دین میں ایسی جدت (ایجادِ بندہ کرنا) جس کی اصلیت یا نظیر قرآنِ کریم یا حدیث شریف یا قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔

فسق: راوی کا خلافِ شرع کسی قول یا فعل کا مرتکب ہونا جب کہ وہ کفر کی حد تک نہ پہنچے قولاً جیسے چغل خوری غیبت فعلاً جیسے زنا، شراب نوشی، چوری وغیرہ۔

بدعتی کی حدیث کا حکم مع اختلاف: بدعت کی پہلی قسم (بدعت مکفرہ) کے سلسلہ میں مصنفؒ نے چار اقوال ذکر کیے ہیں:

(ا) جمہور کے نزدیک مردود ہے۔

(۲) بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے خواہ اپنے مذہب کی تائید میں حلتِ کذب کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

(۳) بعض لوگوں کے نزدیک اگر مسلک کی حمایت میں حلت کذب کا اعتقاد رکھتا ہو تو مردود ہے اور اگر حلتِ کذب کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو مقبول ہے۔

(۴) علامہ تقی الدین ابن دقیق العید کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی بایں وجہ کہ ہر فرقہ اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے بلکہ بسا اوقات ان کی تکفیر بھی کرنے لگتا ہے پس اگر ان کی بات مان لی جائے تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی اور سب کی روایتیں مردود ہو جائے گی۔

لیکن اگر کوئی بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جس کا شریعت میں ہونا بداہتہً اور متواتراً معلوم ہو یا جس کا شریعت میں نہ ہونا بدیہی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں کے ساتھ متصف نہ ہو ساتھ ہی اس کا ضبط بھی ٹھیک ہو اور ورع وتقویٰ کا حامل ہو تو اس کی روایت یقیناً مقبول ہوگی صاحبِ کتاب علامہ ابن حجرؒ نے اسی آخری قول کو پسند فرمایا ہے۔ (الاقتراح فی بیان الاصطلاح: ص/۵۸، شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۵۲۱ تا ۵۲۴، نزہۃ النظر: ص/۸۶)

سوال (۳۰) نخبۃ الفکر: ص/۲۷

عبارت باعراب: وَالثَّانِیُ وَهُوَ مَنْ لَا یَقْتَضِیُ بِدْعَتُهُ التَّكْفِیْرَ اَصْلًا وَقَدِ اخْتُلِفَ اَیْضًا فِیْ قَبُوْلِهٖ وَرَدِّهٖ فَقِیْلَ یُرَدُّ مُطْلَقًا وَهُوَ بَعِیْدٌ وَقِیْلَ یُقْبَلُ مُطْلَقًا اِلَّا اِنِ اعْتَقَدَ حِلَّ الْكَذِبِ كَمَا تَقَدَّمَ وَقِیْلَ یُقْبَلُ مَنْ لَمْ یَكُنْ دَاعِیَةً اِلٰی بِدْعَتِهٖ فِی الْاَصَحِّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے مختار وراجح مذہب کی نشاندہی کریں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: دوسری قسم: اور دوسری قسم وہ شخص ہے، جس کی بدعت بالکل بھی تکفیر کا تقاضہ نہیں کرتی اور اس (روایت) کے قبول کرنے اور رد کرنے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے چنانچہ کہا گیا کہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور یہ قول (حق سے) دور ہے اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول کی جائے گی مگر یہ کہ وہ کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس شخص کی روایت قبول کی جائے گی جو اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو صحیح قول کے مطابق۔

(ب) اگر کسی راوی کی بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے کسی نے اس پر کفر کا فتویٰ عائد نہ کیا ہو بلکہ اس کو فاسق کہا ہو تو اس کی حدیث مقبول ہے یا نہیں؟ پہلی قسم کی طرح اس میں بھی اختلاف ہے۔

(۱) ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مطلقاً مردود ہے خواہ بدعت کی طرف داعی ہو یا نہ ہو حلتِ کذب کا معتقد ہو یا نہ ہو۔

(۲) دوسری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مطلقاً مقبول ہے خواہ اپنی بدعت کی طرف داعی ہو یا نہ ہو لیکن ایک شرط ہے کہ حلتِ کذب کا معتقد نہ ہو اور نہ ایسی چیز کا جو حلت کذب کو مستلزم ہو۔

(۳) اگر ایسا بدعتی ہے جو اپنی بدعت کی طرف داعی نہیں ہے اور ایسی چیز روایت کر رہا ہو جس کی وجہ سے اس کی بدعت کو تقویت نہ ملتی ہو تو اس کی حدیث مقبول ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کی روایت مردود ہے راجح و مختار اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۵۲۵ تا ۵۲۸ و بہجۃ النظر: ص/۸۷)

سوال (۳۱) نخبۃ الفکر: ص/۷۳)

عبارت باعراب: ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَّمْ يَرْجَحْ جَانِبُ اِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهٖ وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِنْ كَانَ لَازِماً لِلرَّاوِيْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُ عَلٰى رَاىِ

بَعْضِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَاِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِيًا عَلَى الرَّاوِيْ اِمَّا لِكِبَرِهٖ اَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهٖ اَوْ لِاِحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ اَوْ عَدَمِهَا بِاَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ اِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے سوء الحفظ کی دونوں قسمیں اوران کا حکم تحریر کیجئے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پھر سوءِ حفظ ہے اور سوءِ حفظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی درستگی کی جانب غلطیوں کی جانب سے راجح نہ ہو (غلطیاں زیادہ ہوں اور درستگی کم ہو) سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں اگر یہ خرابی راوی کے لیے تمام حالات میں لازم ہو تو اس کی (حدیث) بعض محدثین کی رائے کے مطابق شاذ ہے اور اگر سوءِ حفظ کی یہ خرابی راوی پر عارض ہو یا تو طولِ عمر کی وجہ سے یا اس کے بینائی کے ختم ہونے یا اس کے کتابوں کے جل جانے یا کتابوں کے گم ہو جانے کی وجہ سے بایں طور کہ وہ کتابوں پر اعتماد کرتا تھا پھر اپنے حافظے کی طرف رجوع کیا تو غلطی کر بیٹھا تو ایسے ہی شخص کو مُخْتَلِط کہتے ہیں۔

(ب) راوی پر جرح کی دسویں قسم راوی کا سیئ الحفظ ہونا ہے یعنی اگر کسی راوی کا حافظہ خراب ہو تو اس کی حدیث مردود ہے اور حافظہ کی خرابی کو جاننے کا معیار یہ ہے کہ راوی کے درستگی کا پلہ غلطیوں کے پلہ سے راجح نہ ہو بلکہ اس کی غلطیاں درستگی سے زیادہ ہو یا غلطیاں اور درستگی دونوں برابر ہو۔

وھو علیٰ قسمین: سے مصنفؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ حافظہ اور یادداشت کی خرابی دو طرح کی ہے:

(۱) حافظہ کی خرابی راوی پر تمام حالات میں لازم ہو یعنی فطری اور پیدائشی اعتبار ہی سے حافظہ خراب ہو تو ایسے حافظہ والے راوی کا کوئی نام نہیں ہے البتہ بعض محدثین حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

(۲) ابتداءً تو حافظہ اچھا تھا پھر کسی عارض کی وجہ سے سوءِ حفظ طاری ہو گیا عوارض مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً عمر کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے حافظہ خراب ہو گیا یا کوئی شخص اپنے نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا وہ تحریری نوشتے جل گئے یا گم ہو گئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کیا اور غلطیاں ہوتی گئیں تو ایسے راوی کو محدثین مختلط کہتے ہیں۔(بھجة النظر: ص / ۸۹)

نوٹ: سوءِ حفظ کی دونوں قسموں کی تعریف مطلب میں بیان کی جا چکی۔ پہلی قسم کی حدیث کو محدثین شاذ اور دوسری قسم کی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔

مختلط کی حدیث کا حکم: مختلط کی حدیث کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وہ حدیث جس کو صرف اختلاط سے پہلے بیان کیا ہو اور وہ ممتاز بھی ہو حکم مقبول ہے۔

(۲) وہ حدیث جس کو اختلاط کے بعد بیان کیا ہو حکم مردود ہے۔

(۳) وہ حدیث جس کو دونوں حالتوں میں بیان کیا ہو، حکم جس راوی نے اختلاط سے قبل سنا ہے اس کی روایت سے مقبول اور جس راوی نے اختلاط کے بعد سنا ہے اس کی روایت سے مردود ہے۔

(۴) حدیث کے سلسلہ میں معلوم نہ ہو کہ کب کی بیان کردہ ہے آیا اختلاط سے قبل کی یا بعد کی؟ حکم قبولیت و ردیت سے توقف کیا جائے گا۔(نزھة النظر: ص / ۸۹)

سوال (۳۲) نخبۃ الفکر: ص/ ۴۷

عبارت باعراب: وَمَتٰی تُوبِعَ السَّیِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ کَأَنْ یَکُوْنَ فَوْقَهٗ اَوْ مِثْلَهٗ لَادُوْنَهٗ وَکَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِیْ لَا یَتَمَیَّزُ وَکَذَا الْمَسْتُوْرُ وَالْاِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَکَذَا الْمُدَلَّسُ اِذَا لَمْ یُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِیْثُهُمْ حَسَنًا لَا لِذَاتِهٖ بَلْ وَصْفُهٗ بِذٰلِکَ بِاِعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) مختلط، مستور، اور سیئ الحفظ کی تعریف کریں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: اور جب سیئ الحفظ راوی کی کسی معتبر راوی کے ذریعہ متابعت وموافقت کی جائے (کوئی معتبر راوی سیئ الحفظ کی روایت کے موافق روایت کرے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مثلاً یہ کہ وہ راوی اس کے اوپر کے درجہ کا ہو یا اس کے برابر کا ہو اس سے کم درجہ کا نہ ہو اور اسی طرح (سیئ الحفظ) کی طرح وہ مختلط بھی ہے جس کی (اختلاط سے قبل اور بعد کی) حدیثیں ممتاز نہ ہوں اور اسی طرح مستور الحال اور وہ سند جس میں ارسال ہو اور اسی طرح حدیث مدلس جب کہ اس کے محذوف کا علم نہ ہو ان حضرات کی احادیث حسن ہو جاتی ہے حسن لذاتہ نہیں بلکہ اس کو حسن کے ساتھ متصف کرنا متابع اور متابع کے مجموعے کے اعتبار سے ہے۔

مطلب: سیئ الحفظ یعنی وہ راوی جس کی یادداشت خراب ہوتی ہے اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے خواہ حافظہ کی خرابی دائمی ہو یا عارضی۔ اسی طرح جس مختلط کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں وہ بھی ضعیف ہوتی ہے اسی طرح مجہول الحال (مستور) کی حدیث کا حال ہے اور اسی طرح جس سند میں ارسال یا تدلیس ہو وہ بھی ضعیف ہوتی ہے بشرطیکہ دونوں میں محذوف راوی کا علم نہ ہو یہ پانچ لوگ ہیں جن کی حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر کوئی معتبر راوی ان کے موافق روایت کرے یعنی ان رواۃ کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے چاہے ایک ہو یا زیادہ تو ان حضرات کی احادیث حسن لغیرہ ہو جائیں گی وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی روایت میں جہاں صواب کا احتمال تھا وہیں غیر صواب کا بھی احتمال تھا اور ایسی حدیث کے سلسلہ میں توقف کیا جاتا ہے اور متوقف فیہ حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں لہٰذا یہ حدیثیں بھی ضعیف ہوں گی۔ لیکن معتبر حضرات کی روایت ان حضرات کی روایت کے موافق مل جائے تو جانب

صواب راجح ہو جاتی ہے اور دوسری روایت کا آنا ان حضرات کی حدیثوں کے غلطی سے محفوظ ہونے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ان حضرات کی روایات درجہ ضعف وتوقف سے ترقی کر کے قبولیت کے مرتبے کو پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کا مقام حسن لذاتہ سے کم ہی ہوگا اس لیے ان کو حسن لغیرہ کہا جاتا ہے۔

(ب) **حدیثِ مختلط**: اس راوی کی حدیث کو کہتے ہیں جس پر کسی عارض کی وجہ سے سوءِ حفظ طاری ہو گیا ہو اور حافظہ خراب ہو گیا ہو مثلاً کوئی شخص حدیث بیان کرنے میں اپنے تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا تحریری نوشتے اور کتب جل گئے یا گم ہو گئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور غلطیاں ہوتی گئیں۔

مستور الحال: مستور الحال وہ راوی ہے جس کے نام کی صراحت کے ساتھ دو یا زیادہ عادل لوگوں نے روایت کی ہو مگر کسی نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

سئ الحفظ: وہ راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا ہو جس کی حد یہ ہے کہ غلطیاں درستگی وصواب کے برابر ہو یا زیادہ ہو۔

سوال (۳۳) نخبۃ الفکر: ص/ ۷۵

عبارت باعراب: ثُمَّ الْاِسْنَادُ وَهُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ اِلَى الْمَتْنِ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَنْتَهِيَ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَيَقْتَضِيْ تَلَفُّظُهُ اِمَّا تَصْرِيْحًا اَوْ حُكْمًا اَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِكَ الْاِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهٖ اَوْ فِعْلِهٖ اَوْ تَقْرِيْرِهٖ صلى الله عليه وسلم.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) سند، اسناد، متن، طریق کی تعریف کریں (ج) عبارت کا مطلب اس طرح سمجھائیں کہ حدیث مرفوع کی تعریف اور مرفوع حقیقی وحکمی کا فرق واضح ہو جائے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: پھر "سند" اور سند وہ رجال ہیں جو متن تک پہنچانے والے ہوں اور متن وہ اس کلام کا مقصود ہے (غایت ہے) جس پر سند منتہی ہو اور سند یا تو آپ پر منتہی ہوگی اور سند کے (بعد) کا لفظ یا تو صراحتاً یا حکماً اس بات کا تقاضہ کرے گا کہ اس سند سے منقول (متن) آپ کے اقوال کے قبیل سے ہے یا افعال کے قبیل سے یا آپ کے تقریرات کے قبیل سے ہے۔

(ب) **اسناد:** اسناد کے معنی سند بیان کرنا۔

سند: وہ طریق ہے (وہ رجال ہیں) جو متن تک پہنچانے والا ہے۔

متن: وہ کلام جس پر سند کی انتہاء ہو۔

طریق: طریقِ حدیث وہ رجال ہیں جو حدیث بیان کریں۔ (بهجة النظر: ص/ ۹۱)

(ج) ابتداءِ کلام میں مصنفؒ نے اسناد اور متن کی تعریف بیان فرمائی پھر "**اما ان ينتهي الى النبي صلى الله عليه وسلم**" سے یہ بات بتلا رہے ہیں کہ غایت سند کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع۔

اس لیے کہ غایتِ سند یا تو آپ کی ذات مبارکہ ہوگی یا کوئی صحابی ہوں گے یا تابعی یا تبعِ تابعی یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں گے۔ پہلی صورت میں جب کہ غایت سند آپؐ ہوں گے تو اسی حدیث کو مرفوع کہیں گے اور آپ کا غایت سند ہونا کبھی تو صراحتاً ہوگا اور کبھی حکماً ہوگا۔

اگر غایتِ سند صراحتاً آپؐ ہے تو ایسی حدیث کو مرفوع حقیقی اور مرفوع صریحی کہتے ہیں اور اگر غایتِ سند حکماً آپؐ ہے تو ایسی حدیث کو مرفوع حکمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مرفوع صریحی یا حقیقی: وہ حدیث ہے جس کی سند آپ تک

پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ کا قول یا فعل یا تقریر صراحتاً نقل کی گئی ہو اگر کوئی قول صراحتاً منقول ہو تو مرفوعِ قولی صریحی ہے جیسے صحابی یا ان کے علاوہ کوئی اور کہے
"سَمِعْتُ رسولَ اللّٰه يَقُوْلُ كَذَا"

اگر کوئی فعل صراحتاً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے "رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰه يَفْعَلُ كَذَا" یا صحابی کے علاوہ کوئی اور کہے "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَفْعَلُ كَذَا"

مرفوعِ حکمی: وہ حدیث ہے جس کی سند کسی ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو اسرائیلیات بیان نہ کرتے ہوں اور اس سے صحابی کی فرمائی ہوئی کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جس کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہ ہو نہ وہ کسی لفظ کے معنی ہو اور نہ وہ کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح ہو تو اسے حکماً حدیثِ مرفوع کا درجہ دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ صحابی نے وہ بات حضورؐ سے سن کر ہی بیان کی ہوگی مثلاً انبیاء کرام کے حالات ملاحم وفتن یا کسی خاص عمل کا کوئی خاص ثواب اور اس حدیث میں چونکہ صحابی کے قول کو بیان کیا گیا ہے اس لیے یہ حدیث مرفوع قولی حکمی ہوگی۔

اور اگر صحابی سے کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو (جب کہ اس حدیث کی سند بھی کسی صحابی تک پہنچتی ہو) جس میں اجتہاد کوئی گنجائش نہ ہو تو صحابی کے اس عمل کو حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ صحابی نے یہ عمل حضورؐ کی ہدایت کے مطابق کیا ہوگا جیسے حضرت علیؓ نے نمازِ کسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع کئے امام شافعیؒ آپؓ کے اس عمل کو حدیثِ مرفوع فعلی کا درجہ دیتے ہیں اور چونکہ یہ حدیث صحابی کے فعل سے متعلق ہے اس لیے اس حدیث کو مرفوع فعلی کہا جائے گا۔(نزھة النظر: ص/ ۹۱)

سوال (۳۴) نخبۃ الفکر: ص/ ۸۱

عبارت باعراب: وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صلَّى الله عليه وَسَلَّم مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْاَصَحِّ وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُوْلِ

اَحَدِهِمَا اِلَى الْاٰخَرِ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ اَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمُ الصَّحَابِيُّ مَنْ رَاٰى النَّبِيَّ صلى الله عليه وَسلَّم .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) صحابی کی مذکورہ تعریف کی مع فوائد قیود وضاحت کریں (ج) صحابی تابعی مخضرمین کی تعریفات (ج) فی الاصح کہہ کر مصنفؒ کس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں؟ (د) نیز حافظ ابن حجرؒ نے نخبۃ میں صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ احناف کے مذہب کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو عندالاحناف صحابی کی کیا تعریف ہے (ذ) لقاء کی تعبیر کیوں اولیٰ ہے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: صحابی وہ ہے جنہوں نے آپؐ پر ایمان کی حالت میں آپؐ سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر وفات ہوئی ہو اگر چہ (دیکھنے اور وفات کے درمیان) ارتداد حائل ہو گیا ہو اصح قول کے مطابق اور ملاقات سے مراد عام (ملاقات) ہے خواہ وہ ایک ساتھ بیٹھنے سے ہو یا ساتھ چلنے سے ہو یا ایک کے دوسرے کے پاس جانے سے ہو خواہ یہ خود کے ذریعہ ہو یا غیر کے ذریعہ اور لقاء کی تعبیر اولیٰ و بہتر ہے بعض حضرات کی اس تعبیر سے کہ صحابی وہ ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو۔

(ب) ''لقی النبی صلی الله علیه وسلم'' میں لفظ لقاء جنس ہے جس میں صحابی و غیر صحابی دونوں داخل ہیں اور مُؤمِنًا فصلِ اول ہے اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے نکل گیا جس نے آپؐ سے ملاقات کی ہو لیکن کفر کی حالت میں اور مومنا به میں لفظ بہ فصل ثانی ہے یعنی صحابی وہ ہے جو آپؐ پر ایمان رکھتے ہوئے آپؐ سے ملا ہو لہٰذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا جو آپؐ سے ملاقات کے وقت مومن تو تھا لیکن اس کا ایمان آپؐ پر نہیں تھا بلکہ دوسرے انبیاء کرام پر تھا اور مات علی الاسلام فصل ثالث ہے یعنی صحابی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان کی

حالت میں ملاقات کے بعد ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو۔ لہٰذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے نکل گیا جس نے ایمان کی حالت میں ملاقات تو کی تھی لیکن مرنے سے پہلے العیاذ باللہ مرتد ہوگیا اور ارتداد ہی پر اس کا خاتمہ ہوا۔

(ج) **صحابی**: وہ ہے جنہوں نے نبی کریمؐ سے آپؐ پر ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔

تابعی: وہ شخص ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو۔

مُخضَرِمینُ: وہ حضرات ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں کو پایا ہو مگر بحالتِ ایمان آپ کی ملاقات وزیارت سے مشرف نہ ہو سکے ہو خواہ آپ کا دیدار بالکل بھی نہ ہوا ہو یا حالتِ کفر میں ہوا ہو اور خواہ آپؐ کے عہدِ مبارک میں مشرف باسلام ہوئے ہوں یا بعد میں۔ ((شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۵۹۸)

حافظ ابن حجرؒ نے نخبہ میں صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ احناف کے مذہب کے مطابق نہیں ہے اور عند الاحناف صحابی کی تعریف یہ ہے صحابی وہ ہے جس نے آپؐ پر بحالتِ ایمان آپؐ سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو اور اگر درمیان میں ردت حائل ہوگئی تو مسلمان ہونے کے بعد آپؐ سے ملاقات شرط ہے اگر ملاقات نہ ہوئی تو وہ صحابی ہونے سے خارج ہو جائے گا۔

(د) **وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ**: کے بعد فی الاصح کہہ کر مصنفؒ مسئلہ ارتداد میں اختلاف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی اس بات میں کہ اگر کسی نے بحالتِ ایمان آپؐ سے ملاقات کی ہو پھر مرتد ہو گئے اس کے بعد اللہ کی توفیق ہوئی اور مسلمان ہو گئے لیکن مسلمان ہونے کے بعد آپؐ سے ملاقات نہ ہوئی تو کیا وہ صحابی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں شوافع اور احناف وموالک کا اختلاف ہو گیا امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ صحابی ہے احناف وموالک فرماتے ہیں وہ صحابی نہیں ہے مصنفؒ نے مسلکاً شافعی ہونے کی بناء پر

امام شافعیؒ کے قول کو اصح کہا ہے۔

وَالتَّعْبِیْرُ بِاللُّقِیِّ اَوْلٰی: رؤیت کی تعبیر کے مقابلہ میں لقاء کی تعبیر اولیٰ و بہتر اس لیے ہے کہ کیونکہ رؤیت کی تعبیر سے وہ حضرات صحابی ہونے سے خارج ہو جائیں گے جو نابینا تھے اور ان کو بحالتِ ایمان آپؐ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ وغیرہ حالانکہ بالاتفاق وہ صحابہ ہیں لیکن لقاء کی تعبیر سے یہ حضرات بھی جو نابینا تھے صحابہ ہی میں داخل رہیں گے۔ (ماخود من شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۵۷۵ تا ۵۸۲)

سوال (۳۵) نخبۃ الفکر: ص/ ۸۵

عبارت باعراب: فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ: وَهُوَ مَا یَنْتَهِیْ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلّم غَایَةُ الْاِسْنَادِ وَهُوَ الْمَرْفُوْعُ سَوَاءٌ كَانَ ذَالِكَ الْاِنْتِهَاءُ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ اَمْ لَا وَالثَّانِیْ اَلْمَوْقُوْفُ وَهُوَ مَا یَنْتَهِیْ اِلَی الصَّحَابِیِّ وَالثَّالِثُ اَلْمَقْطُوْعُ وَهُوَ مَا یَنْتَهِیْ اِلَی التَّابِعِیِّ.

(الف) عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے (ب) عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے مرفوع موقوف اور مقطوع کی تعریف کیجئے (ج) بتائیے کہ مقطوع اور منقطع میں کیا فرق ہے؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: پہلی قسم مرفوع ہے اور مرفوع ایسی حدیث ہے جس کی سند کی انتہاء آپؐ پر ہو خواہ وہ انتہاء ایسی سند سے ہو جو متصل ہو یا متصل نہ ہو اور دوسری قسم موقوف ہے اور موقوف ایسی حدیث ہے جس کی انتہاء صحابی پر ہو اور تیسری قسم مقطوع ہے اور مقطوع ایسی حدیث ہے جس کی انتہاء تابعی پر ہو.

(ب) باعتبار انتہاءِ سند حدیث کی تین صورتیں ہیں:

(۱) **حدیثِ مرفوع**: حدیثِ مرفوع ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند آپ ﷺ تک پہنچے یعنی اس سند سے آپ ﷺ کا کوئی قول فعل یا تقریر منقول ہو خواہ وہ سند متصل ہو یا غیر متصل یعنی خواہ درمیانِ سند سے کوئی راوی حذف ہو یا نہ ہو۔

(۲) **حدیث موقوف**: وہ ایسی حدیث ہے جس کی سند صحابی تک پہنچے یعنی اس سند سے صحابی کا کوئی قول یا فعل یا تقریر منقول ہو خواہ وہ سندِ متصل ہو یا غیر متصل۔

(۳) **حدیثِ مقطوع**: وہ حدیث ہے جس کی سند کی انتہاء تابعی یا تبعِ تابعی یا ان کے بعد والے تک پہنچے یعنی اس سند سے تابعی یا تبع تابعی یا ان کے بعد والے کا قول فعل یا تقریر منقول ہو خواہ سندِ متصل ہو یا غیر متصل۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص۲۰۴ تا ۲۰۸)

(ج) لغت کے اعتبار سے منقطع اور مقطوع دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی جدا ہونا اور جدا کرنا۔ البتہ پہلا لازم اور دوسرا متعدی ہے لیکن اصطلاح کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔

منقطع ہونا سند کا وصف ہے اس لیے کہ منقطع اس متن حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند سے ایک یا اس سے زیادہ غیر مسلسل روات حذف ہوں اور مقطوع ہونا متن کا وصف ہے کیونکہ مقطوع اس متنِ حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند کی انتہاء تابعی یا تبع تابعی پر ہو جائے اس سے اوپر صحابی یا آپ ﷺ تک نہ پہنچے۔ (نزہۃ النظر: ص۱۰۴)

سوال (۳۶) عبارت با عراب: نخبۃ الفکر: ص۸۶

وَالْمُسْنَدُ فِيْ قَوْلِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ هُوَ مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ وَ هٰذَا التَّعْرِيْفُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ الْحَاكِمِ الْمُسْنَدُ مَا رَوَاهُ الْمُحَدِّثُ عَنْ شَيْخٍ يَظْهَرُ سَمَاعُهُ مِنْهُ وَ كَذَا شَيْخُهُ عَنْ شَيْخِهٖ مُتَّصِلًا إِلٰى صَحَابِيٍّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، مطلب کی اس طرح وضاحت کریں کہ سند کی

تعریف مع فوائدِ قیود سامنے آجائے (ب) خطیب بغدادی اور اسی طرح ابن عبدالبر نے مسند کی جو تعریف ذکر کی ہے تحریر کریں (ج) حاکم، خطیب، اور ابن عبدالبر کی تعریف میں فرق واضح کریں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور محدثین کے قول هٰذا حديثٌ مسندٌ میں مسند وہ حدیث ہے جس کو صحابی نے مرفوعاً روایت کیا ہو ایسی سند سے جو بظاہر متصل ہو اور یہ تعریف امام حاکم کے اس قول کے موافق ہے کہ مسند وہ حدیث ہے جس کو محدث نے اپنے ایسے شیخ سے اور اسی طرح اس کے شیخ نے اپنے ایسے شیخ سے روایت کیا ہو جس سے اس کا سماع ظاہر ہو، حتی کہ صحابی تک پہنچ کر آپ ﷺ تک پہنچ گئی ہو۔

مطلب کی وضاحت مع فوائدِ قیود: علامہؒ یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ محدثین جب هٰذا حَدِيثٌ مُسْنَدٌ کہتے ہیں تو ان کی مراد مسند سے وہ حدیث ہوتی ہے جس کو صحابی نے حضور ﷺ تک پہنچایا ہو اور ظاہراً اس حدیث کی سند متصل ہو یعنی کوئی راوی حذف نہ ہو، خواہ وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو۔

فوائدِ قیود: مصنفؒ کا قول مَرْفُوْعٌ (هُوَ مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ میں) جنس ہے جو مسند اور غیر مسند دونوں کو شامل ہے، اور لفظِ صحابی یہ فصلِ اوّل ہے اس قید سے وہ حدیث مسند ہونے سے خارج ہوگئی جس کو تابعی نے مرفوع کیا ہو نہ کہ صحابی نے، کیوں کہ یہ مرسل ہے یا تابعی کے بعد کے کسی شخص نے مرفوعاً روایت کیا ہو، کیوں کہ یا تو وہ معضل ہے، یا معلق یا منقطع، اور مصنفؒ کا قول "بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ" فصل ثانی ہے، اس قید سے وہ حدیث مسند ہونے سے خارج ہوگئی جس کا منقطع ہونا ظاہر ہو جیسے مرسلِ جلی۔ (نزهة النظر مع بهجة النظر: ص/۱۰۴)

وهٰذا التعريف: یہاں سے مصنفؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ یہ حد اور تعریف جو مصنفؒ نے ذکر کی ہے امام حاکم مستدرک کے قول کے موافق ہے، اس لیے کہ حاکم

مستدرک نے مسند کی تعریف یہ کی ہے، مسند وہ حدیث ہے جس کو محدث نے اپنے ایسے استاذ سے روایت کیا ہو جس سے اس کا سماع ظاہر ہو اور محدث کے استاذ کا بھی اپنے استاذ سے سماع ظاہر ہو یہاں تک کہ وہ سند صحابی تک پہنچ کر آپ ﷺ تک پہنچ جائے۔

مصنف ؒ کی تعریف اور امام حاکم کی تعریف ہر چند کہ دونوں کے الفاظ مختلف ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں، کیوں کہ ہر ایک کے نزدیک مسند کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، (۱) حدیث مرفوع ہو، مصنف ؒ کی عبارت میں تو یہ قید هُوَ مَرْفُوعُ صَحَابِيٍّ سے مترشح ہو رہی ہے اور امام حاکم کی عبارت إلیٰ رسول الله اسی کی طرف مشیر ہے۔ (۲) مسند کا ظاہر کے اعتبار سے متصل ہونا ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے اپنے قول بسند ظاهره الاتصال سے اس چیز کو ذکر کیا ہے، اور امام حاکم نے اپنے قول عَنْ شَيْخٍ يَظْهَرُ سَمَاعُهُ مِنْهُ سے۔

(ب) مسند کی تعریف خطیب بغدادی نے متصل سے کی ہے، وَ أَمَّا الْخَطِيْبُ فَقَالَ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ اور ابن عبدالبر نے مسند کی تعریف مرفوع سے کی ہے، وَقَالَ ابْنُ عَبْدِالبَرِّ الْمُسْنَدُ الْمَرْفُوْعُ.

(ج) حاکم مستدرک، خطیب بغدادی اور ابن عبدالبر کی تعریف میں فرق:

حاکم مستدرک کی تعریف: مسند وہ حدیث ہے جس کو محدث نے اپنے ایسے استاذ سے روایت کیا ہو جس سے اس کا سماع ظاہر ہو اور اسی طرح محدث کے استاذ کا اپنے استاذ سے سماع ظاہر ہو اور وہ سند صحابی تک پہنچ کر آپ ﷺ تک پہنچ جائے، اس تعریف کے مطابق حدیث مسند میں، حدیثِ مرسل معضل معلق منقطع اور وہ حدیث جس کا انقطاع ظاہر ہو جیسے مرسلِ جلی داخل ہونے سے خارج ہوگئی۔

خطیب بغدادی کی تعریف: مسند وہ حدیث ہے جو متصل ہو چناں چہ اگر حدیث موقوف متصل سند سے آئے تو وہ بھی ان کے نزدیک مسند ہوگی کیوں کہ انہوں

نے مرفوع کی قید نہیں لگائی ہے، حالاں کہ محدثین میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔
(شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۶۱۲)

حافظ ابن عبدالبر کی تعریف: مسند وہ حدیث ہے جو آپ ﷺ تک پہنچے (یعنی صرف مرفوع ہو) چناں چہ ان کی یہ تعریف مرسل، معضل، منقطع پر صادق آتی ہے، جب کہ ان کا متن مرفوع ہو، کیوں کہ حافظ ابن عبدالبر نے متصل ہونے کی قید نہیں لگائی ہے۔ (نخبۃ الفکر: ص/۸۷، نزہۃ النظر: ص/۱۰۴)

سوال (۳۷) نخبۃ الفکر: ص/۸۷

عبارت باعراب: فَإِنْ قَلَّ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَإِمَّا أَنْ يَّنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى سَنَدٍ اٰخَرَ أَوْ يَنْتَهِيَ إِلٰى إِمَامٍ مِّنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ ذِيْ صِفَةٍ عَلِيَّةٍ فَالْأَوَّلُ الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ وَ الثَّانِي الْعُلُوُّ النِّسْبِيُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے عُلُوّ مطلق اور عُلُوّ نسبی کو سمجھائیے (ج) کیا سند کے ضعف کے باوجود عُلُوّ مطلق کی صورت متحقق ہو سکتی ہے (د) ائمہ حدیث کی صفاتِ عالیہ کو مثالوں سے واضح کیجیے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پھر اگر سند کے رجال کی تعداد قلیل ہو تو یا تو وہ قلیل العدد سند آپ ﷺ تک (اسی عدد سے پہنچے) جو (ایسی دوسری) سند کے بنسبت قلیل ہو (جس سے بعینہ وہی حدیث عددِ کثیر سے مروی ہو) یا وہ (قلیل العدد سند) ائمہ حدیث میں سے کسی ایسے امام تک (اسی عددِ قلیل سے پہنچے گی) جو بلند اوصاف سے (متصف ہو) تو پہلی سند علو مطلق ہے اور دوسری سند علوِ نسبی ہے۔

(ب) یعنی اگر کسی حدیث کی سندیں ایک سے زیادہ ہوں تو اگر اس کی ایک سند کے رُواۃ کی تعداد دوسری سند کے رُواۃ کے مقابلے میں کم ہو تو کم تعداد والی سند کو سندِ

عالی اور زیادہ تعداد والی سند کو سندِ نازل کہتے ہیں، پھر کم تعداد والی سند کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس سند کے رُوات کی تعداد کم ہو آپ ﷺ تک پہنچنے میں، تو اسی کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس سند کے رُوات کی تعداد کم ہو کسی عظیم الشان امام حدیث تک پہنچنے میں خواہ اس امام سے آخر تک رُوات کی تعداد دوسری سند کے مقابلے میں قلیل ہو یا کثیر (اگر دوسری صورت ہے) تو اسی کو علوِ نسبی کہتے ہیں۔ (نزہۃ النظر: ص/۱۰۶)

(ج) اگر سند کم ضعیف ہے تو علـــو مطلق کی صورت متحقق ہو سکتی ہے، لیکن اگر سند انتہائی ضعیف ہے تو یہ بے فائدہ ہے اس صورت میں علو کی صورت متحقق نہیں ہو سکتی۔ (تحفۃ القمر: ص/۳۷۸)

(د) جو کسی امام کی عظمتِ شان پر دلالت کرتے ہیں وہ صفات یہ ہیں، امام کا حافظِ حدیث ہونا، فقیہ ہونا، اس میں تیقظ واحتیاط کا ہونا، ضابط ہونا، مصنف ہونا، کسی مصنف کا شیخ ہونا، یا شیخ کا شیخ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان اوصاف سے متصف لوگ جیسے امام شعبہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام بخاری ومسلم کے شیوخ اور ان کے شیوخ کے شیوخ۔ (نزہۃ النظر ۱۰۶، ۱۰۷)

سوال (۳۸) نخبۃ الفکر: ص/۹۱

عبارت باعراب: فَإِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِيْ وَ مَنْ رَوٰى عَنْهُ فِيْ أَمْرٍ مِّنَ الْأُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ مِثْلُ السِّنِّ وَ اللُّقِيِّ فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ رِوَايَةُ الْأَقْرَانِ وَ إِنْ رَوٰى كُلٌّ مِّنْهُمَا فَهُوَ الْمُدَبَّجُ وَ هُوَ أَخَصُّ مِنَ الْأَوَّلِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھیں (ب) روایت الاقران اور مدبج کی تعریف کرتے ہوئے دونوں کے درمیان کی نسبت کو سمجھائیں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: پھر اگر راوی اور مروی عنہ روایت سے متعلق کسی امر میں مثلاً عمر اور ملاقات میں شریک ہوں تو یہ وہی نوع ہے جس کو روایت اقران کہا جاتا ہے، اور اگر ان دونوں قرینوں (ساتھیوں) میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے تو یہ مدبج ہے اور یہ پہلی قسم سے خاص ہے۔

مطلب: یہاں سے مصنفؒ روایت اقران اور مدبج کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ روایت سے متعلق امور میں سے کسی امر میں راوی اور مروی عنہ باہم شریک ہوں اور شریک ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ مکمل برابر ہوں، بلکہ اگر قریب قریب بھی ہو تو بھی کافی ہے، جیسے دونوں کی عمروں کا برابر ہونا یا قریب قریب ہونا، اسی طرح دونوں کے تمام اساتذہ یا اکثر اساتذہ کا متحد ہونا، تو ایسی روایت کو روایتِ اقران کہا جاتا ہے، بعد ازاں مدبج کی تعریف فرماتے ہیں کہ دونوں قرینوں میں سے ہر ایک اگر دوسرے سے روایت کرے تو اس قسم کو مدبج کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد مصنفؒ نے روایتِ اقران اور مدبج کے درمیان نسبت بیان فرمائی ہے کہ روایتِ اقران اور مدبج کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

(ب) **روایتِ اقران:** ایک قرین دوسرے قرین سے روایت کرے، خواہ دوسرا قرین بھی اس سے روایت کرے یا نہ کرے۔

مدبج: دونوں قرینوں میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے، جیسے صحابہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا ایک دوسرے سے روایت کرنا، تابعین میں امام زہریؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک دوسرے سے روایت کرنا وغیرہ۔

روایتِ اقران اور مدبج میں نسبت: دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے مدبج خاص ہے اور روایتِ اقران عام ہے لہٰذا جہاں بھی مدبج ہوگا وہاں روایتِ اقران بھی ہوگی، مگر اس کا عکس ہمیشہ نہیں ہوگا۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۶۳۵)

☆☆☆

سوال (۳۸) نخبۃ الفکر: ص ۹۲ اخن لله اچھا ہے

عبارت باعراب: وَ إِنِ اشْتَرَكَ اِثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَ تَقَدَّمَ مَوْتُ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَ اللَّاحِقُ وَ أَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَا بَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ فِيْهِ فِي الْوَفَاتِ مِائَةٌ وَ خَمْسُوْنَ سَنَةً وَ ذٰلِكَ أَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ أَبُوْ عَلِيٍّ الْبَرْدَانِيُّ أَحَدُ مَشَائِخِهِ حَدِيْثًا وَ رَوَاهُ عَنْهُ وَ مَاتَ عَلَى رَاسِ خَمْسِمِأَةٍ ثُمَّ كَانَ اٰخِرُ أَصْحَابِ السِّلَفِيِّ بِالسَّمَاعِ سِبْطُهُ أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَكِّيٍّ وَ كَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ خَمْسِيْنَ وَ سِتِّمِائَةٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) عبارت کی ایسی تشریح کیجیے کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اور اگر دو شخص ایک استاذ سے (روایت کرنے میں) شریک ہوں، اور ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہو جائے، تو یہ نوع روایت سابق و لاحق ہے، اور اسکی اکثر (زیادہ سے زیادہ مدت) جس پر ہم مطلع ہوئے ہیں، جو اس نوع کے دو راویوں کے درمیان ہے بلحاظ وفات کے وہ ایک سو پچاس سال ہیں اور وہ بایں طور کہ حافظ سلفی سے ان کے ایک استاذ ابو علی بردانی نے ایک حدیث کا سماع کیا اور اس حدیث کو ان سے روایت کیا اور ابو علی بردانی کی وفات ۵۰۰ھ کے اختتام پر ہوئی ہے، پھر سماعت کے اعتبار سے حافظ سلفی کے سب سے آخری شاگرد ان کے پوتے ابو القاسم عبد الرحمٰن بن مکی ہے اور ان کی وفات ۶۵۰ھ میں ہوئی ہے۔

(ب) **وإن اشترک اثنان الخ:** اس عبارت سے مصنفؒ روایت کی ایک قسم سابق

ولاحق کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ دوراوی ایک شیخ سے روایت کریں اوران میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہوجائے اوردونوں کی وفاتوں کے درمیان فاصلہ طویل ہو، چناں چہ جس کی وفات پہلے ہووہ سابق اورجس کی بعد میں ہووہ لاحق ہے۔

و أكثر ما وقفنا الخ: اس عبارت کولاکر مصنفؒ یہ بتلارہے ہیں کہ دونوں راویوں کی وفات کے درمیان وہ طویل فاصلہ اور زیادہ سے زیادہ مدت جس پر ہم مطلع ہوئے ہیں، وہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال ہے، مثلاً ابوعلی بردانی جوکہ حافظ سلفی کے اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے حافظ سلفی سے ایک روایت کا سماع کرکے ان سے روایت کیا اورابوعلی بردانی کی وفات ۵۰۰ھ کے اختتام پر ہوئی ہے، اور پھر حافظ سلفی کے سماع کے اعتبار سے سب سے آخری شاگردان کے پوتے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکی ہیں، اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکی کی وفات ۶۵۰ھ میں ہوئی ہے تو دیکھئے اس مثال میں ایک راوی ابوعلی بردانی ہے دوسرے راوی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکی ہے اور ایک شیخ سے روایت کرنے میں (حافظ سلفی سے) دونوں باہم شریک ہیں اور دونوں کی وفاتوں کے درمیان ڈیڑھ سوسال کا طویل فاصلہ ہے، لہٰذا اس مثال میں روایت سابق ولاحق کی بھی توضیح ہے اور زیادہ سے زیادہ فاصلے کی توضیح بھی، تو یہ مصنفؒ کے قول وإن اشترک اثنان الخ کے مطابق ہوگئی۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۶۴۶)

سوال (۴۰) نخبۃ الفکر: ص/۹۲

عبارت باعراب: وَ إِنْ رَوٰى عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثًا وَ جَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهٗ فَإِنْ كَانَ جَزْمًا كَأَنْ يَقُوْلَ كَذَبَ عَلَيَّ أَوْ مَا رَوَيْتُ لَهٗ هٰذَا وَ نَحْوُ ذٰلِكَ فَإِنْ وَقَعَ مِنْهُ ذٰلِكَ رُدَّ ذٰلِكَ الْخَبَرُ لِكَذِبِ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لَا بِعَيْنِهٖ وَ لَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَادِحًا فِيْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِلتَّعَارُضِ أَوْ كَانَ جَحْدُهٗ اِحْتِمَالًا قُبِلَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ فِي الْأَصَحِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب سمجھاتے ہوئے بتلایئے کہ مصنفؒ "ولا یکون ذالک قادحا" سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ (ج) جحدہ احتمالاً کو مثال دے کر سمجھایئے۔

جواب: (الف) عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اگر کوئی ثقہ راوی اپنے ثقہ استاذ سے کوئی حدیث روایت کرے اور استاذ اپنی روایت کی ہوئی حدیث کا انکار کر دے تو اگر وہ یقین کے ساتھ ہو، مثلاً وہ یہ کہے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ بولا یا یہ کہے کہ میں نے اس سے یہ حدیث بیان نہیں کی یا اس جیسی کوئی اور بات کہے، پس اگر اس سے (شیخ) سے یہ بات صادر ہو تو وہ حدیث مردود ہوگی ان دونوں میں سے ایک کے لاعلی التعیین جھوٹا ہونے کی وجہ سے، اور یہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی مجروح نہیں کرے گا تعارض کی وجہ سے، یا اس کا (استاذ) کا انکار شک کے ساتھ ہو تو اصح قول کے مطابق اس حدیث کو قبول کیا جائے گا۔

(ب) مصنفؒ اس عبارت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ثقہ راوی نے اپنے ثقہ استاذ سے کوئی حدیث روایت کی، پھر اس حدیث کو اپنے استاذ کے سامنے پیش کیا تو استاذ نے انکار کر دیا تو اب اس انکار کی دو قسمیں ہیں:

ایک یہ کہ استاذ جزم و یقین کے ساتھ انکار کرے: مثلاً یہ کہے کہ یہ مجھ پر جھوٹ بول رہا ہے، یا اس سے میں نے یہ حدیث بیان نہیں کی یا یہ حدیث میری نہیں ہے تو اس صورت میں یہ حدیث مردود ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں لاعلی التعیین استاذ و شاگرد میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، یعنی اگر استاذ اپنے قول میں سچا ہے تو شاگرد جھوٹا ہے اور اگر شاگرد سچا ہے تو استاذ جھوٹا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس خبر کے مردود ہونے کی وجہ سے استاذ و شاگرد میں سے کوئی مجروح نہیں ہوگا، دلیل اس کی یہ ہے کہ دونوں کے قولوں میں تعارض ہے، یعنی جس طرح استاذ انکار کر کے شاگرد پر جرح کر رہا ہے، اسی طرح شاگرد بھی روایت کر کے

استاذ پر جرح کر رہا ہے، دراں حالیکہ دونوں ثقہ ہیں، اس لیے اگر کسی ایک کے قول کو ترجیح دی جائے اور دوسرے کو مجروح قرار دیا جائے تو یہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی، للہذا دونوں کا قول ساقط ہو جائے گا اور کوئی بھی مجروح نہیں ہوگا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ استاذ شک کے ساتھ انکار کرے اس صورت میں صحیح قول کے مطابق حدیث مقبول ہوگی۔

وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَادِحًا الخ: سے مصنفؒ یہ بات بتلانا چاہتے ہیں کہ جب حدیث کو مردود قرار دیا گیا تو اس کے مردود ہونے کی وجہ سے استاذ یا شاگرد دونوں میں سے کوئی بھی مجروح نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے نہ ان کی عدالت میں اور نہ ہی روایات میں کوئی فرق پڑے گا، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو جھٹلا رہا ہے اور دونوں میں سے کسی کے قول کو دوسرے کے قول پر ترجیح دے نہیں سکتے، چناں چہ دونوں کے قولوں میں تعارض ہوگیا اور جب تعارض ہوگیا تو دونوں کے قول ساقط ہوگئے، اور دونوں اپنی عدالتِ اصلیہ پر باقی رہے۔

(ج) جَحَدَهُ اِحْتِمَالاً الخ: یعنی جب شاگرد نے اپنے استاذ کے سامنے روایت پیش کی تو استاذ نے شک اور احتمال کے ساتھ اس کا انکار کیا، مثلاً یہ کہے کہ مجھے یہ حدیث یاد نہیں ہے یا میں اس حدیث کو نہیں جانتا تو اصح قول کے مطابق یہ حدیث مقبول ہے۔ (نزہۃ النظر مع ہجۃ النظر: ص/۱۱۶)

سوال (۴۱) نخبۃ الفکر: ص/۹۵

عبارت باعراب: وَ إِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِيْ إِسْنَادٍ مِّنَ الْأَسَانِيْدِ فِيْ صِيَغِ الْأَدَاءِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ: سَمِعْتُ فُلَانًا، أَوْ حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّيَغِ، أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ الْقَوْلِيَّةِ كَسَمِعْتُ فُلَانًا يَقُوْلُ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ إِلٰى اٰخِرِهِ أَوِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهِ دَخَلْنَا عَلٰى

فُلَانٍ فَأَطْعَمَنَا تَمْرًا اِلٰى اٰخِرِہٖ اَوِ الْقَوْلِيَّةِ وَ الْفِعْلِيَّةِ مَعًا كَقَوْلِهٖ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ وَ هُوَ اٰخِذٌ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ: اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ اِلٰى اٰخِرِہٖ فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ وَ هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْاِسْنَادِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مصنفؒ کی عبارت کو حل کرتے ہوئے بتائیں کہ حدیثِ مسلسل کسے کہتے ہیں (ج) مسلسل بالاوّلیت کون سی حدیث ہے؟

جواب: (الف) عبارت با عراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اگر کسی سند کے رُوات ادائے حدیث کے صیغوں میں متفق ہوجائیں جیسے سَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا (میں نے فلاں کو سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے فلاں کو سنا) یا جیسے حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ (ہم سے فلاں نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ہم سے فلاں نے بیان کیا) اور ان جیسے صیغے یا ان صیغوں کے علاوہ یعنی قولی حالات میں (متفق ہو) جیسے سَمِعْتُ فُلَانًا يَقُوْلُ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اِلٰى اٰخِرِہٖ (میں نے فلاں کو کہتے ہوئے سنا کہ میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ فلاں نے مجھ سے بیان کیا آخر سند تک) یا فعلی حالت میں جیسے راوی کا یہ قول دَخَلْنَا عَلٰى فُلَانٍ فَأَطْعَمَنَا تَمْرًا اِلٰى اٰخِرِہٖ (ہم فلاں کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں کھجور کھلائی) آخر سند تک یا قولی و فعلی دونوں حالتوں میں (متفق ہو) جیسے راوی کا یہ قول حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ وَهُوَ اٰخِذٌ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ: اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ اِلٰى آخِرِہٖ (مجھ سے فلاں نے بیان کیا دراں حالیکہ وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے تھا میں تقدیر پر ایمان لایا آخر سند تک) تو یہ مسلسل ہے اور یہ (تسلسل) سند کی صفات میں سے ہے۔

(ب) مصنفؒ اس عبارت میں کسی سند کے رواۃ کے ادائے حدیث کے صیغوں میں متفق ہونے کی چند صورتوں کو بیان فرمارہے ہیں، چناں چہ سب سے پہلی صورت کی مثال بیان کی ہے سَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا اس صورت میں دونوں راوی سمعت فلانا میں متفق ہیں، دوسری مثال حَدَّثَنَا فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا

فُلَانٌ اس مثال میں دونوں روای ادائے حدیث کے صیغے حَدَّثَنَا فُلَانٌ میں متفق ہیں، یہ تو ادائے حدیث کے صیغے ہوئے، کبھی اس کے علاوہ قولی حالات یا فعلی حالات یا قولی و فعلی دونوں حالات میں رُوات متفق ہوتے ہیں، قولی حالت جیسے سَمِعْتُ فُلَانًا يَقُوْلُ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اس کی مثال إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ يَا مُعَاذُ إِنِّي أُحِبُّكَ فَقُلْ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ (اخرجه ابو داؤد: ۲/ ۱۸۱ كتاب الوتر) اس حدیث کے تمام رُوات حدیث کو روایت کرتے وقت اپنے شاگرد سے کہا کرتے تھے، أنا أحبك فقل الخ یعنی اس حدیث کے تمام رُوات أنا أُحبک فقل الخ میں متفق ہیں، یا فعلی حالت جیسے دَخَلْنَا علٰى فُلَانٍ فَأَطْعَمَنَا تَمراً اس کی مثال إن أباهُرَيْرَةَ قَالَ شَبَّكَ بِيَدِيْ أَبُوْ القاسِمِ وَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الأَرْضَ يَوْمَ السَّبْتِ، اس حدیث کے تمام روات اس بات میں متفق ہیں کہ اساتذہ نے اپنے شاگردوں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر یہ حدیث بیان کی ہے، یا قولی و فعلی دونوں حالتوں میں متفق ہوں، جیسے حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ وَهُوَ اٰخِذٌ بِلِحْيَتِهِ قَالَ آمَنْتُ بِالْقَدْرِ (اخرجه الحاكم فى المعرفة: ص/ ۳۲،۳۱) اس کی مثال عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الإِيْمَانِ حتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَ مُرِّهٖ وَ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عليه وسلّم علٰى لِحْيَتِهٖ وَ قَالَ: اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَ مُرِّهٖ اس حدیث کے تمام رُوات روایت کرتے وقت اپنی داڑھی پکڑ کر آمنت بالقدر کہا کرتے تھے، ایسی حدیث کو حدیث مسلسل کہتے ہیں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/ ۶۵۸)

اور چوں کہ تسلسل کا معنی ایک چیز کے بعض کا دوسرے بعض سے متصل ہونا ہے اس لیے یہ صرف سند کی صفت ہے، برخلاف مرفوع موقوف وغیرہ کے، کیوں کہ یہ صرف متن کی صفات ہے اور صحیح وغیرہ مسند و متن دونوں کی صفات ہیں

حدیثِ مسلسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے تمام یا اکثر رجال کسی صفت یا حالت پر متفق ہوں، مثلاً سلسلۂ سند کے تمام رُوات ایک ہی صیغہ ولفظ کے ساتھ حدیث کو بیان کریں، یا حدیث بیان کرتے وقت سب کی صرف حالتِ قولیہ ایک ہو یا صرف حالتِ فعلیہ یا حالتِ قولیہ وفعلیہ دونوں ایک ہوں۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص ۱۱۸ تا ۱۱۹)

(ج) **حدیث مُسَلْسَلْ بالاَوَّلِيَّة:** عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِىْ قَابُوْسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم قَالَ: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِيْ الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِيْ السَّمَاءِ.

یہ حدیث مسلسل بالاوّلیت ہے، اس لیے کہ اس کے رُوات نے اوّل ملاقات میں اپنے اساتذہ سے اس حدیث کو سنا ہے، لیکن یہ تسلسل آخر تک یعنی صحابی تک باقی نہیں رہا، بلکہ آخر سے کچھ پہلے ہی ختم ہوگیا ہے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص ۶۶۰)

سوال (۴۲) نخبۃ الفکر: ص ۹۲

عبارت باعراب: وَ صِيَغُ الْأَدَاءِ الْمُشَارُ إِلَيْهَا عَلٰى ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْأُوْلٰى سَمِعْتُ وَ حَدَّثَنِيْ ثُمَّ أَخْبَرَنِيْ وَ قَرَأْتُ عَلَيْهِ وَ هِيَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أَنَا أَسْمَعُ وَ هِيَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ أَنْبَأَنِيْ وَهِيَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِيْ وَ هِيَ الْخَامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِيْ أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّادِسَةُ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَ هِيَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ وَ نَحْوُهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھیے (ب) سِمَاعٌ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ اور قِرَأتٌ عَلَى الشَّيْخِ، نیز قَرَأْتُ عَلَيْهِ اور قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أَنَا أَسْمَعُ کے درمیان کیا فرق ہے؟ واضح کیجیے (ج) یہ بھی بتلایئے کہ تحدیث اور اخبار کے درمیان اصطلاحاً فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ کیجیے۔

ترجمہ: اور ادائے حدیث کے وہ صیغے (الفاظ) جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آٹھ قسم کے ہیں (مرتبوں کے ہیں) پہلا مرتبہ سَمِعْتُ اور حَدَّثَنِیْ ہے، پھر اَخْبَرَنِیْ اور قَرَأْتُ عَلَیْہِ ہے اور یہ دوسرا درجہ ہے، پھر قُرِئَ عَلَیْہِ وَ اَنَا اَسْمَعُ ہے اور یہ تیسرا درجہ ہے، پھر اَنْبَأَنِي ہے اور یہ چوتھا درجہ ہے، پھر نَاوَلَنِي ہے اور یہ پانچواں درجہ ہے، پھر شَافَهَنِي بِالْاِجَازَةِ ہے اور یہ چھٹا مرتبہ ہے، پھر کَتَبَ اِلٰی بِالْاِجَازَةِ ہے اور یہ ساتواں درجہ ہے پھر عَنْ اور اس جیسے الفاظ ہیں۔

مطلب: مصنفؒ یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ادائے حدیث کے الفاظ تو بہت ہیں لیکن ان کو آٹھ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا درجہ لفظ سَمِعْتُ اور لفظ حَدَّثَنِیْ کا ہے، دوسرا درجہ لفظِ اَخْبَرَنِیْ اور قَرَأْتُ عَلَیْہِ کا ہے، تیسرا درجہ قُرِئَ عَلَیْہِ و اَنَا اَسْمَعُ کا ہے، چوتھا درجہ اَنْبَأَنِي کا ہے، پانچواں درجہ نَاوَلَنِي کا ہے، چھٹا درجہ شَافَهَنِیْ (اس نے مجھے زبانی اجازت دی) کا ہے، ساتواں درجہ کَتَبَ اِلَیَّ بِالْاِجَازَةِ (اس نے میرے پاس اجازت کے ساتھ لکھ کر بھیجا) کا ہے، آٹھواں درجہ لفظ عَنْ، قَالَ، ذَکَرَ، رَوٰی یا دران جیسے وہ الفاظ جو سماع اور عدمِ سماع دونوں کا احتمال رکھتے ہیں کا ہے۔

(ب) سِمَاعٌ مِنْ لَفْظِ الشَّیْخِ: اس لفظ کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ استاذ پڑھ رہا ہو اور شاگرد سن رہا ہو، اگر شاگرد سنتے وقت تنہا ہے تو سَمِعْتُ واحد متکلم اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہو تو سَمِعْنَا فُلَانًا یَقُوْلُ کہا جائے گا۔

قَرَأْتُ علی الشَّیْخ: اس صیغہ کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ خود شاگرد نے استاذ کے سامنے پڑھا ہو اور اس وقت وہ تنہا ہو۔

قَرَأْتُ عَلَیْہِ: اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کہ خود شاگرد نے استاذ کے سامنے پڑھا ہو اور اس وقت وہ تنہا ہو۔

نوٹ: قرأت علی الشیخ اور قرأت علیہ دونوں ایک ہی ہیں۔

قُرِئَ عَلَيْهِ وَ أنَا أسْمَعُ: اس جملے کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کہ استاذ کے سامنے متعدد طلبہ ہوں اور پڑھنے والا راوی کے علاوہ کوئی اور ہو۔

(ج) تحدیث اور اخبار کے درمیان اصطلاحاً فرق ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، دو جماعتیں ہیں (۱) اہلِ مشرق اور ان کے متبعین کے اعتقاد و عمل میں دونوں کے اندر فرق ہے، وہ یہ کہ تحدیث کا استعمال اس وقت ہوگا جب کہ استاذ نے پڑھا ہو اور شاگرد نے سنا ہو اور اخبار کا استعمال اس وقت ہوگا جب کہ شاگرد نے پڑھا ہو اور استاذ نے سنا ہو۔ (۲) جمہور اہلِ مغرب دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے، بلکہ دونوں میں سے جسے چاہے استعمال کرتے ہیں، خواہ استاذ نے پڑھا ہو اور شاگرد نے سنا ہو یا شاگرد نے پڑھا ہو اور استاذ نے سنا ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۶۶۵)

سوال (۴۳) نخبۃ الفکر: ص/۹۲

عبارت باعراب: وَ كَذَا اشْتَرَطُوْا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ وَ هِيَ أَنْ يَّجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهٗ فَيَقُوْلَ: وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ، وَ لَا يُسَوَّغُ فِيْهِ إِطْلَاقُ أَخْبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهٗ مِنْهُ إِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَ أَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلَّطُوْا وَ كَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَ هِيَ أَنْ يُّوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهٖ أَوْ سَفَرِهٖ لِشَخْصٍ مُّعَيَّنٍ بِأَصْلِهٖ أَوْ بِأُصُوْلِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کریں (ب) بتائیں کہ وجادہ اور وصیت بالکتاب کی کیا صورت ہوسکتی ہے (ج) وصیت بالکتاب کی صورت میں موصی سے موصیٰ لہٗ کے لیے روایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں اختلاف ذکر کیا ہے، آپ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں؟

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: جمہور محدثین نے (مناولہ کی طرح) وجادہ میں بھی اذنِ روایت کی شرط

لگائی ہے اور وجادہ یہ ہے کہ (کوئی شخص) ایسی تحریر سے جس کے لکھنے والے کو وہ جانتا ہو احادیث پائے اور (بوقتِ روایت) کہے وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ (میں نے فلاں کی تحریر میں پایا) وجادہ میں صرف پانے کی وجہ سے اَخْبَرَنِیْ کا استعمال بغیر قید کے جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ پانے والے کو صاحبِ تحریر کی جانب سے اجازت حاصل ہو تو (مطلق اخبرنی کا استعمال بغیر قید کے کرسکتا ہے) کچھ لوگوں نے مطلقاً اَخْبَرَنِیْ کا استعمال کیا (بغیر قید کے) تو ان کے استعمال کو غلط قرار دیا گیا، اور اسی طرح (جمہور محدثین نے مکتوب کی وصیت میں بھی اذنِ روایت کی شرط لگائی ہے) اور وصیت بالکتاب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے انتقال یا سفر کے وقت شخص معین کے لیے اپنے ایک یا متعدد حدیثی مجموعہ کی وصیت کرے۔

(ب) **اصطلاح میں وجادہ کہتے ہیں:** کہ کوئی شخص حدیثوں کا تحریری مجموعہ پائے اور اس کے لکھنے والے کو وہ پہچانتا ہو، خواہ پانے والا صاحبِ تحریر کا ہم عصر ہو یا نہ ہو، دونوں میں ملاقات ہوئی ہو یا نہ ہو اور واجد نے اس سے کچھ سنا ہو یا نہ سنا ہو، لیکن اگر کچھ سنا ہے تو شرط یہ ہے کہ یہ حدیثیں نہ سنی ہوں، اگر پانے والا اس مجموعے سے روایت کرے تو یہ الفاظ استعمال کرسکتا ہے وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ، قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ، فِیْ كِتَابِ فُلَانٍ، بِخَطِّهٖ حَدَّثَنَا فُلَانٌ، اس کے بعد سند و متن ذکر کرے مثلاً قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ الخ لیکن جمہور محدثین نے بطریقِ وجادہ روایت کے جواز کے لیے صاحبِ تحریر کی اجازت کی شرط لگائی ہے۔

اور وصیت بالمکتوب کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے حدیث کے ایک یا متعدد مجموعے کی وصیت متعین شخص کے لیے کرے خواہ مرتے وقت کرے یا سفر میں جاتے وقت۔

(ج) وصیت بالکتاب کی صورت میں مُوْصِیْ سے موصیٰ لہٗ روایت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات مثلاً ابو قلابہ ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ محض وصیت کی بناء پر موصی لہٗ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مجموعے سے روایت کرے اور

جمہور محدثین جس طرح مناولہ اور وجادہ میں اذنِ روایت کو شرط قرار دیتے ہیں اسی طرح وَصِيَّةٌ بِالْكِتَابِ میں بھی اذنِ روایت کی شرط لگاتے ہیں، ہاں اگر مُوصىٰ لهٗ کو مُوصِي سے روایت کی اجازت حاصل ہو تو موصىٰ لهٗ کے لیے جائز ہے کہ وہ موصی سے روایت کرے۔ (نزہۃ النظر ۱۲۶)

سوال (۴۴) نخبۃ الفکر: ص/۹۲

عبارت باعراب: وَ إِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا وَ اخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجَعُ الْإِخْتِلَافِ النَّقْطَ أَوِ الشَّكْلَ فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَ الْمُخْتَلِفُ وَ مَعْرِفَتُهٗ مِنْ مُهِمَّاتِ هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ أَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ وَ وَجَّهَهٗ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهٗ شَيْئٌ لَا يُدْخِلُهُ الْقِيَاسُ وَ لَا قَبْلَهٗ شَيْئٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ لَا بَعْدَهٗ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) موتلف ومختلف راوی کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کر کے عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ لکھئے (ج) اختلاف فی النقط اور اختلاف فی الشکل کو مثال سے سمجھائیے۔

(الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: اگر رُوات کے اسماء تحریر میں متفق ہوں اور بولنے میں مختلف ہوں، خواہ اختلاف کا تعلق نقطوں کی وجہ سے ہو یا اعراب کی وجہ سے تو یہ (نوع) مؤتلف ومختلف ہے اور اس کا جاننا اس فن (اصولِ حدیث) کی مہتم بالشان چیزوں میں سے ہے، یہاں تک کہ علی بن المدینی کا قول ہے سب سے مشکل تصحیف وہ ہے جو (روات کے) اسماء میں واقع ہو، بعض حضرات نے (علی بن المدینی کے اس قول کی) دلیل یہ بیان کی ہے کہ اسماء کی تصحیف ایسی چیز ہے (جس کو درست کرنے میں) قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے، اور نہ اس کے پہلے ایسی کوئی چیز ہے جو اس پر (اس کے مُصَحَّف ہونے پر) دلالت کرے اور نہ اس کے بعد۔

(ب) **مُؤتَلِف وَ مُختَلِف**: وہ رُوات ہیں جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔

وجہ تسمیہ: رُوات کے نام لکھنے میں یکساں ہونے کی وجہ سے مؤتلف اور تلفظ میں مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف کہا جاتا ہے۔

مطلب: وَ إِنِ اتَّفَقَتِ الأَسمَاءُ خَطًّا الخ: سے مصنفؒ مؤتلف ومختلف کی تعریف بیان کررہے ہیں کہ مؤتلف ومختلف سند میں مذکور رُوات کے وہ اسماء ہیں جو تحریر میں تو ایک جیسے ہو مگر تلفظ میں مختلف ہوں، تلفظ کا یہ اختلاف خواہ نقطوں کی وجہ سے ہوا ہو یا اعراب کی وجہ سے دونوں برابر ہے۔ بعدازاں فرماتے ہیں کہ مؤتلف ومختلف کو جاننا فن اصولِ حدیث کے اہم اور مہتم بالشان مباحث میں سے ہے اور اس کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ امام علی بن المدینی نے فرمایا روات کے ناموں کی تصحیف انتہائی مشکل اور نقصان دہ تصحیف ہے۔

وَوَجَّهَهُ بَعضُهُم: یعنی امام علی بن عبداللہ المدینی کے قول کی بعض لوگوں نے (ابواسحاق نجیرمی نے) یہ وجہ اور دلیل بیان کی ہے کہ رُوات کے اسماء کی تصحیف زیادہ مشکل اس لیے ہے کہ کیوں کہ ایک تو اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں کہ اس کے ذریعہ صواب معلوم ہو جائے اور دوسرے سیاق وسباق کے ذریعہ بھی غلط کو صحیح سے ممتاز نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ اس کے سیاق وسباق میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اس کے مصحف ہونے پر دلالت کرے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص/۶۹۹)

(ج) **اختلاف فی النقط**: یعنی تلفظ کا اختلاف نقطوں کی وجہ سے ہوا ہو، جیسے حمزہ اور جمرہ۔

اختلاف فی الشکل: یعنی تلفظ کا اختلاف اعراب کی وجہ سے ہوا ہو، جیسے عَقِیل اور عُقَیل (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر: ص/۱۳۰)

☆☆☆

سوال (۴۵) نخبۃ الفکر: ص ۹۲ عمدہ کی ہے۔ ماشاء اللہ

عبارت باعراب: وَ الْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ إِنْ صَدَرَ مُبَيَّناً مِّنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهٖ فَإِنْ خَلاَ عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ الْجَرْحُ مُجْمَلاً غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ إِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِأَنَّهٗ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَ إِعْمَالُ قَوْلِ الْمُجَارِحِ أَوْلٰى مِنْ إِهْمَالِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب کی تشریح کریں (ج) ابن الصلاح کا مسلک ذکر کریں (د) اس سلسلے میں اسباب جرح میں سے کم از کم تین ذکر کریں۔

جواب: (الف) عبارت باعراب سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جب کہ جرح مفسر ہو اسباب جرح کو جاننے والے سے صادر ہو اور اگر (مجروح) توثیق سے خالی ہو تو اس کے حق میں اجمالی غیر مُفَسَّر جرح مختار قول کے مطابق مقبول ہوگی جب کہ وہ اسبابِ جرح جاننے والے سے صادر ہو اس لیے کہ جب اس کے حق میں توثیق نہیں ہوگی تو وہ مجہول کے درجہ میں ہوگا اور جرح کرنے والے کے قول کو کارآمد بنانا اس کو مہمل بنانے سے بہتر ہے۔

(ب) **مطلب کی تشریح:** اگر کسی راوی پر جرح بھی کی گئی ہو اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہو تو کیا مطلقاً جرح تعدیل پر مقدم ہے؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں، لیکن مصنفؒ اس عبارت میں اپنا اور جمہور کا مسلک بیان فرما رہے ہیں، مصنفؒ اور جمہور کے نزدیک جرح کے تعدیل و توثیق پر مقدم ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) جرح مفسر ہو، یعنی اس میں جرح کا سبب بیان کیا گیا ہو مثلاً ضعیف ہے، اس لیے کہ حافظہ خراب ہے، ضعیف ہے کیوں کہ وضع حدیث کرتا ہے (۲) جرح اسباب جرح جاننے والے سے صادر ہو اس لیے کہ اگر پہلی شرط نہیں پائی گئی یعنی اگر وہ جرح غیر مفسر ہو

تو ثابت العدالۃ شخص کے بارے میں وہ جرح مؤثر نہیں ہوگی اور اگر دوسری شرط نہیں پائی گئی یعنی وہ جرح اسبابِ جرح کو نہ جاننے والے سے صادر ہو تو وہ جرح مطلقاً مؤثر نہیں ہے، لیکن اگر راوی پر صرف جرح ہو کسی نے اس کی توثیق و تعدیل نہ کی ہو تو مختار قول کے مطابق اس راوی کے حق میں جرحِ غیر مفسر بھی مقبول ہوگی، لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جارح اسبابِ جرح جاننے والا ہو، اس لیے کہ جب وہ راوی توثیق سے خالی ہے تو وہ مجہول کے حکم میں ہے اور اس کے سلسلے میں صرف جرح کرنے والے کا قول ہے، اور جرح کرنے والے کے قول کو کارآمد بنانا لغو قرار دینے سے بہتر ہے اس لیے اس کے حق میں جرحِ غیر مفسر بھی مقبول ہوگی۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ص ۷۴۱)

(ج) **و مال ابن الصلاح فی مثل هذا الی التوقف:** حافظ ابن الصلاح نے اس مسئلے میں توقف کو اختیار کیا ہے۔

(د) اسبابِ جرح دس ہیں، پانچ راوی کے عدالت سے متعلق اور پانچ راوی کے ضبط سے۔

راوی کی عدالت سے متعلق پانچ اسباب:

(۱) کذب (۲) تہمتِ کذب (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت

راوی کے ضبط سے متعلق پانچ اسباب:

(۱) فحشِ غلط (۲) کثرتِ غفلت (۳) سوءِ حفظ (۴) وہم (۵) مخالفتِ ثقات۔

(ماخوذ از نزہۃ النظر من مقامات مختلفۃ)

تمت بالخیر